ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

28مارچ تا3اپریل2002ء

☆ قراردادمقاصداوردستورپاکستان (اداریہ)

☆ بھاتی مسلمان اور پوٹو آرڈیننس! (مکتوب شکاگو)

☆ ریاست پاکستان کی ناکامی کا ذمہ دارکون؟ (بحث ونظر)

امت کی تشکیل کا مقصد: اسلامی نظام پر مبنی اجتماعیت کا قیام

''قرآن کریم کے پیش نظر یہ بات تھی کہ ایک ایسی امت کی تعمیر وتشکیل کی جائے جو اس زمین میں قرآن کی امانت کی حامل ہو۔ قرآنی منہاجِ زندگی قائم کرنا اس کا منشا ہو اور وہ قرآنی شریعت کو ایک مکمل نظام کی شکل میں پیش کرے۔ اس مقصد کے لئے ایک جماعت اور ایک سوسائٹی بنانا ضروری تھا اور اسی جماعت کو ایک عملی جماعت بنانا ضروری تھا' اور یہ سب کام ایک ساتھ کرنے ضروری تھے۔ یاد رہے کہ اسلامی نظام کا مزاج یہ ہے کہ اس میں فرد کی قیمت جماعت میں ہے' تنہا کچھ نہیں۔ اسلام اپنے وجود کو ایک باہم مربوط اور منظم جماعت کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے' جس کا ایک نظام ہو' جس کا ایک ہدف ہو' اور اس ہدف کے اردگرد اس کے تمام افراد گھومتے ہوں۔ یوں کہ یہ نظام ہر ایک کے ضمیر میں' ہر ایک کے عمل میں' پھر اس کرۂ ارض پر کسی امت کی عملی شکل میں نافذ ہو اور زمین کے اوپر اس عملی سوسائٹی کی شکل میں' ایک ایسی سوسائٹی ایک ایسی امت جو عملاً متحرک ہو اور اپنے تمام کام اس نظام کے حدود اور فریم ورک میں کرتی ہو۔

اسلام' اگرچہ فرد کی اصلاح اور ایک فرد کی نیت کی اصلاح اور ضمیر کی اصلاح پر بہت زور دیتا ہے اور انفرادی ذمہ داری کا اصول بھی اسلام ہی نے عطا کیا ہے' لیکن اسلام محض افراد کا دین نہیں ہے' کہ ایک ایک فرد عبادت خانے میں جا کر اپنی عبادت کرے۔ اس طرح اسلام کسی ایک فرد کی ذات میں حقیقت نہیں بن سکتا' نہ اسلام اس صورت میں آیا ہے کہ وہ ایک شخص کی زندگی میں گوشہ نشین ہو کر رہے' بلکہ اسلام کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ انسانوں کی زندگی پر حکمران ہو' زندگی کے اندر تصرف کرے' اس پر کنٹرول کرے اور لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی اور سرگرمیوں پر حاوی ہو۔ اس لئے کہ انسان انفرادی طور پر نہیں بلکہ اجتماعی طور پر زندہ رہتے ہیں اور اسلام چونکہ انسانوں پر حکمرانی کے لئے آیا ہے اس لئے وہ ایک اجتماعی نظام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے آداب' اس کے قواعد' اس کے ارادے' یہاں تک کہ اس کی عبادات بھی اجتماعی ہیں۔ اگر اسلام کا کوئی حکم کسی فرد کے لئے ہے تو بھی وہ ایک ایسے انسان کے لئے ہے جو سوشل ہے اور ایک جماعت کے اندر رہتا ہے' اس میں اٹھتا بیٹھتا ہے اور اس جماعت میں اپنے دین کا امین ہے' ایک نظام کا حامل ہے' اور اس کا فرض ہے کہ اس نظام کو لوگوں کے اندر نافذ کرے۔''

(سید قطب شہید کی تفسیر ''فی ظلال القرآن'' ترجمہ: سید معروف شیرازی' ص ۳۴۷ سے ایک اقتباس)

سورۃ البقرہ (۶۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ○﴾ (آیات : ۱۱۴ تا ۱۱۶)

''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مساجد میں (لوگوں کو) اس کا نام لینے سے روکے اور ان (مساجد کی حیثیت) کو بگاڑنے کی کوشش کرے (حالانکہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے لئے یہ روا ہی نہیں کہ اس میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے' ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ اور مشرق و مغرب تو اللہ ہی کے ہیں' پس تم جدھر بھی رخ کرو گے' وہی اللہ کا رخ ہے' یقیناً اللہ بہت وسعت رکھنے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے لئے اولاد اختیار کر لی ہے' وہ (اس سے) پاک ہے' بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کا ہے' (کائنات میں) سب کا سب اسی کے تابع فرمان ہے۔''

مسجد حرام چونکہ مشرکین کے تسلط میں تھی اور انہوں نے مسلمانوں کے وہاں داخلے پر پابندی لگا رکھی تھی لہٰذا اہل ایمان حج و عمرہ کی ادائیگی اور طواف کعبہ کی سعادت سے محروم رہتے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اس سے بڑی ناانصافی اور کیا ہوگی کہ اللہ کے گھر میں اسی کا نام لینے اور ذکر کرنے کی اجازت نہ ہو! بیت اللہ کو توحید کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے لیکن اسے شرک کے اڈے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مشرکین مکہ ناحق خانہ کعبہ کے متولی بن بیٹھے ہیں' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ کے مقدس گھر اور مسجد حرام میں داخلے کا حق بھی نہیں رکھتے۔ طرفہ تماشا ہے کہ وہ توحید پرستوں کو اس میں داخلے سے منع کرتے ہیں اور خود دھڑلے سے اس پر قابض ہیں۔ انہیں اللہ کی پکڑ اور عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ ایسے لوگ نہ صرف دنیا میں ذلیل و خوار ہوں گے بلکہ روز محشر بھی شدید ترین عذاب ہی ان کا مقدر ہوگا۔

مسلمانوں نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو حضور اکرم ﷺ نے پہلے انہیں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔ بعد میں تحویل قبلہ پر مخالفین اسلام خصوصاً یہود کی جانب سے جو اعتراضات اور چہ میگوئیاں متوقع تھیں' ان کا جواب دینے کے لئے تمہیداً فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ محض کسی ایک سمت میں محدود نہیں ہے بلکہ اس کی ذات تمام اطراف کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کسی ایک سمت رخ کر کے نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ باقی جوانب میں اللہ کا وجود نہیں ہے۔ انسان جس طرف بھی اپنا رخ کرے گا' اللہ اس کے سامنے موجود ہوگا۔ خالق کائنات کی وسعت اور اس کے لامحدود علم کا اندازہ انسان اپنے محدود اور تنگ ذہن کے حوالے سے نہیں کر سکتا۔

نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا صلبی بیٹا قرار دیتے تھے۔ یہودیوں میں سے ایک گروہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا سمجھتا تھا۔ اسی طرح مشرکین مکہ کا دعویٰ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ایسے تمام نظریات کو رد کرتے ہوئے زیر درس آخری آیت میں واضح کر دیا گیا کہ رب ذوالجلال کی ذات ان تمام باتوں سے پاک اور مبرا ہے۔ جب تمام کائنات اور ساری مخلوقات اسی کی تخلیق کردہ ہیں اور وہ ان سب کا بلاشرکتِ غیرے مالک ہے تو اسے اولاد کی کیا احتیاج ہے! اجرام فلکی سے لے کر زمین کا چھوٹے سے چھوٹا ذرہ اسی کے حکم کے تابع ہے۔

☆ ☆ ☆

فرمانِ نبوی　　　چوہدری رحمت اللہ بٹر

قرض کی ادائیگی میں ضامن کی حیثیت

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ((اَلْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ وَالْمِنْحَةُ مَرْدُوْدَةٌ وَالدَّيْنُ مَقْضِیٌّ وَالزَّعِيْمُ غَارِمٌ)) (رواہ ابو داؤد)

''حضرت ابواُمامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ادھار لی ہوئی چیز لازماً واپس ہونی چاہئے اور جو چیز وقتی فائدہ اٹھانے کے لئے دی گئی ہو وہ فائدہ اٹھا کر واپس لوٹائی جانی چاہئے۔ قرض (حسب وعدہ) ادا کرنا ہوگا اور ضامن ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا۔''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے چار چیزوں کے بارے میں رہنمائی فرمائی ہے۔ پہلی بات یہ کہ چیزیں ادھار لی جا سکتی ہیں لیکن ادھار لی ہوئی چیز لازماً واپس کرنی چاہئے۔ معاشرتی زندگی میں ایسی ضرورت عموماً پڑتی رہتی ہے کہ دوسروں سے وقتی طور پر کوئی چیز استعمال کے لئے لی جائے لیکن پھر اسے حسب وعدہ لوٹا بھی دینا چاہئے۔ دوسری بات' بعض دفعہ کوئی دوست/ رشتہ دار کسی کو کوئی چیز جو اس کی ملکیت ہے صرف فائدہ اٹھانے کے لئے دیتا ہے' اسے اس کا مالک نہیں بناتا تو جب مالک وہ چیز واپس مانگے تو اسے لوٹانا چاہئے جیسے زمین' مکان یا کوئی جانور۔ تیسری چیز نقد کی صورت میں بھی قرض لیا اور دیا جا سکتا ہے لیکن حسب وعدہ قرض واپس کرنا چاہئے۔ اس بارے میں بہت تاکید ہے۔ چوتھی بات اگر کوئی شخص کسی معاملے میں کسی کا ضامن بنتا ہے تو پھر اسے ضمانت ادا کرنا ہوگی اگر وہ شخص جس کی ضمانت دی ہے وہ ادا نہ کرے۔ اس معاملے میں وہ دوسروں سے مدد تو لے سکتا ہے لیکن ضمانت ادا کرنے کا وہ بہر صورت پابند ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

قرارداد مقاصد اور دستور پاکستان

حافظ عاکف سعید

پاکستان میں دستور سازی کی تاریخ بہت دردانگیز ہے۔ قرارداد مقاصد تو اگرچہ ۴۹ء میں ہی منظور کر لی گئی تھی لیکن پہلا باقاعدہ دستور قیام پاکستان کے ۹ سال بعد ۱۹۵۶ء میں بنا' جو بد قسمتی سے ''حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے'' کا مصداق ثابت ہوا۔ بعدازاں خدا خدا کر کے مزید ۱۷ سال بعد ۱۹۷۳ء میں قوم کو ایک متفقہ دستور میسر آیا' لیکن اسے بھی بہت جلد موم کی ناک بنا دیا گیا۔ وقفے وقفے سے لگنے والے مارشل لاؤں نے بھی اگرچہ اس دستور کی حیثیت کو مشکوک بنانے میں شرمناک کردار ادا کیا لیکن ملکی سیاسی تاریخ میں اب بھی اس آخری سہارے کے طور پر اسی دستور کا سہارا لیا جاتا اور اسی کو ملکی بقا کا ضامن گردانا جاتا ہے ـــــ تاہم ۱۲ اکتوبر کے سانحے کے نتیجے میں بننے والی عبوری حکومت کو چونکہ سپریم کورٹ نے دستور پاکستان میں ترمیم ایسے نازک اختیارات بھی مرحمت فرما دیئے ہیں جبکہ اس حکومت کا واضح رجحان عریاں سیکولرازم اور اباحیت پرستی کی جانب ہے لہٰذا دستور پاکستان میں شامل قرارداد مقاصد اور دیگر اسلامی دفعات کا مستقبل غیر یقینی اور مخدوش دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ دنوں اسی تناظر میں یہ بحث طبقۂ دانشوراں میں چل نکلی کہ ''کیا قرارداد مقاصد پاکستان کے سیاسی و مذہبی کردار کو معین کرنے کی اہلیت رکھتی ہے؟''

ہمارے نزدیک قرارداد مقاصد نہ صرف یہ کہ پاکستان کے سیاسی کردار کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق معین کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے بلکہ قیام پاکستان کے مقاصد کے حوالے سے وطن عزیز کی منزل اور ہدف کو بھی صحیح رخ میں معین کرنے کی موجب ہے۔ قرارداد مقاصد کی حیثیت دستور پاکستان میں روح کی سی ہے کہ جس کے بغیر ہمارا جسد ملی ایک بے جان ڈھانچے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ موجودہ حکومت کے پیش نظر آئینی ترامیم کا اگر کوئی ایسا پیکیج ہے کہ جس کے لئے قرارداد مقاصد اور دیگر اسلامی دفعات کو دستور سے لفظی یا معنوی طور پر کھرچنا مقصود ہے تو ہمارے نزدیک یہ ایک بہت بڑا قومی المیہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس کے نتیجے میں پاکستان کا وہ اسلامی تشخص معدوم ہو جائے گا کہ جو اس کی واحد وجہ جواز اور بقاء واستحکام کی واحد ٹھوس اساس ہے۔ روزنامہ جنگ کے زیر اہتمام مذکورہ بالا موضوع پر منعقد ہونے والے سیمینار میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ان کی افادیت کے پیش نظر ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے کہ ان میں نہ صرف یہ کہ قرارداد مقاصد کی حیثیت کے حوالے سے ہماری رہنمائی کا بہت کچھ سامان موجود ہے بلکہ موجودہ دستور میں ان ضروری ترامیم کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے کہ جس کے ذریعے قرارداد مقاصد کو بہتر طور پر روبعمل لانا ممکن ہوگا:

''جب پاکستان وجود میں آیا تو اس وقت دنیا میں قومی ریاست کے تصور کا ڈنکا بج رہا تھا۔ پاکستان اسی تصور کی نفی کی بنیاد پر قائم ہوا۔ اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ تحریک پاکستان ایک قومی ریاست کی تشکیل کی تحریک تھی۔ تحریک پاکستان دراصل ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے محض ایک الگ ریاست کے قیام کی تحریک ہی نہ تھی بلکہ اس میں احیائے اسلام کا جذبہ بھی شامل تھا جسے علامہ اقبال نے اس تحریک میں شامل کیا۔ یہ اقبال ہی تھے جنہوں نے وطنی قومیت کی نفی انتہائی زوردار انداز میں کی تھی ؎

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

اقبال نے ہی برطانیہ میں جا کر قائداعظم کو قائل کیا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی قیادت کا بیڑا اٹھائیں ورنہ قائداعظم تو مایوس ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ علامہ اقبال نے انہیں قائل کیا تھا کہ یہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں کا قومی مسئلہ نہیں بلکہ یہ امت مسلمہ کا مسئلہ بھی ہے اور احیائے اسلام کی امیدیں اس سے وابستہ ہیں۔ چنانچہ قائداعظم اسی جذبے کے تحت واپس آئے اور مسلمانوں کی قیادت کا بیڑا اٹھایا۔ اسی لئے تحریک پاکستان میں نعرہ لگا ''پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الٰہ الا اللہ''۔ قرارداد مقاصد جو قیام پاکستان کے دو سال بعد ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو منظور ہوئی دراصل ہندوستان کے مسلمانوں کے اسی جذبے اور امنگوں کی ترجمان اور عملی اظہار ہے۔

آج جدید تصور ریاست میں حاکمیت اعلیٰ Sovereignty کا جو تصور ہے اسے یہ قرارداد واضح انداز میں پورا کرتی ہے۔ اس قرارداد میں اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ پاکستان کے عوام کو جو اختیارات حاصل ہیں وہ ایک مقدس امانت ہیں جو اللہ کی معین کردہ حدود کے اندر ہی استعمال ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح آج دنیا میں جدید تصورات کے حوالے سے آزادی (Freedom)' مساوات (Equality) اور اخوت (fraternity) کی اصطلاحات معروف ہیں' اس قرارداد کے ان الفاظ

(باقی صفحہ ۵ پر)

خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد 11 شمارہ 12

28 مارچ تا 3 اپریل 2002ء

(۱۳ تا ۱۹ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت : 5 روپے

سالانہ زرتعاون :

اندرونِ ملک...... 250 روپے

بیرونِ پاکستان:

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ

.... 1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ

.... 2200 روپے

قسط: 4

ریاست پاکستان کی ناکامی کا ذمہ دار کون؟

مرزا ایوب بیگ

پاکستانی عوام سقوط ڈھاکہ کے صدمے سے نڈھال تھے۔ بھارت کے سامنے پاکستانی فوج کا ہتھیار ڈال دینا عوام کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ چند دن کوئی جلوس سڑکوں پر نہ آیا' کوئی مظاہرہ نہ ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عوام سکتہ کے عالم میں تھے' لیکن یحییٰ خان اور اقتدار پر قابض جرنیلوں کا ٹولہ اس وقتی خاموشی سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ عوام جرنیلوں کی اس حکومت کے خلاف کوئی ردعمل ظاہر نہیں کریں گے۔ چنانچہ حکومتی ترجمان نے اعلان کیا کہ صدر یحییٰ خان جلد ہی قوم سے خطاب کریں گے اور آئینی کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں نئے آئین کے خدوخال واضح کریں گے۔ اس پر فوری ردعمل ہوا۔ خفیہ ایجنسیوں نے حکومت کو رپورٹ دی کہ چند دنوں میں عوام حکومت کے خلاف سڑکوں پر نکل آئیں گے۔ جرنیلوں کا ٹولہ ان اطلاعات سے اتنا خوفزدہ ہوا کہ بھٹو کو اقتدار منتقل کرنے کے لئے فوراً پاکستان واپس بلا لیا گیا۔ اس مقصد کے لئے کوئی قانونی راستہ نظر نہ آیا تو انہیں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا کر اقتدار منتقل کر دیا گیا۔ یوں پاکستان نے یہ عالمی ریکارڈ بھی قائم کر دیا کہ یہاں ایک سویلین چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن گیا۔

بھٹو دور میں فوج عملی سیاست سے بالکل الگ تھلگ رہی البتہ شنید یہ ہے کہ ایک مرتبہ فضائیہ نے حکومت کا تختہ الٹنے کا پلان بنایا تھا جو ناکام بنا دیا گیا۔ بھٹو نے چھ سال حکومت کی۔ ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں دھاندلی ہوئی تو ایک تحریک چلی۔ تحریک کے آغاز میں تو فوج کی مدد کی ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن جب تحریک کو نظام مصطفیٰ کا لیبل لگا دیا گیا اور اس نے بڑی شدت اختیار کر لی تو حکومت کو حالات کنٹرول کرنے کے لئے فوج طلب کرنا پڑی۔۔۔ لیکن حالات کنٹرول نہ کئے جا سکے یا پھر فوج نے ایسا کرنا نہ چاہا۔ اس وقت کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جنرل ضیاء اینڈ کمپنی نے مختلف ہتھکنڈے استعمال کئے تاکہ بھٹو حکومت اور پی این اے کے مذاکرات کامیاب نہ ہوں اور یوں انہیں حکومت پر قبضہ کرنے کا موقع مل جائے۔ مولانا کوثر نیازی مرحوم اپنی کتاب ''اور لائن کٹ گئی'' میں لکھتے ہیں کہ فوجی جرنیل ایک طرف اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر بھٹو کو یقین دلاتے تھے کہ وہ اس کے وفادار رہیں گے جبکہ دوسری طرف سیاست دانوں سے رابطہ کر کے انہیں مذاکرات کو کامیاب بنانے سے منع بھی کرتے تاکہ حالات اس قدر بگڑ جائیں کہ ہر شخص یہ کہہ اٹھے کہ فوج کے پاس مداخلت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ نوابزادہ نصر اللہ خان نے جو پی این اے کی مذاکراتی ٹیم کے رکن تھے واضح طور پر کہا ہے کہ حکومت اور پی این اے کے مابین معاہدہ ہو چکا تھا لیکن فوج نے حکومت کا تختہ الٹ کر سب کچھ ختم کر دیا۔

جنرل ضیاء کو حکومت چونکہ تحریک نظام مصطفیٰ کے نتیجہ میں ملی تھی لہٰذا وہ اپنے اقتدار کے عرصہ میں اسلام کی خوب گردان کرتے رہے۔ انہوں نے تین ماہ کی مدت میں الیکشن کروا کر بیرک میں واپس جانے کا وعدہ کیا لیکن یہ وعدہ شروع ہی سے مشکوک تھا اور وہ اقتدار سے تاحیات الگ نہ ہوئے۔ جنرل ضیاء الحق نے اگرچہ اپنے پیشرو فوجی حکمرانوں کی طرح آئین کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا البتہ اس کی بعض شقیں معطل کر دیں۔ آئین کے بارے میں ان کا رویہ بڑا توہین آمیز تھا۔ وہ اسے ۱۶ صفحات کی ایک ایسی دستاویز کہتے تھے جسے وہ جب چاہیں پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں۔ خود وہ کو پاکستان کا قادر مطلق کہتے تھے۔ ایسا ریفرنڈم کرایا جو غیر آئینی غیر قانونی اور غیر اخلاقی تھا۔ ان کے دور میں بھارت نے پاکستان سے سیاچین چھین لیا۔ بھٹو کو پھانسی دے کر سندھ اور پنجاب کے درمیان نفرت کا ایسا بیج بویا جس کے اثرات ربع صدی بعد بھی زائل ہوتے نظر نہیں آتے۔ ان کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ انہوں نے اسلام کے نام کو اپنے ذاتی اقتدار کی طوالت کے لئے استعمال کیا۔ وہ پاکستان میں اسلام کو محض ایک مذہب کے طور پر پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے تھے اور اسے ایک نظام کی حیثیت سے نافذ کرنے میں لیت و لعل سے کام لیتے رہے کیونکہ اس طرح ان کے ذاتی اقتدار پر زد پڑتی تھی۔ وہ ہر معاملے میں اسلام کی پناہ لینا چاہتے تھے لہٰذا غیروں نے ان کی ناکامیوں کو اسلام کے کھاتے میں ڈال دیا۔ ان کے دور میں سوویت یونین کو افغانستان میں عبرتناک شکست ہوئی۔ اسے ایک طویل عرصہ تک ان کا بہت بڑا کارنامہ سمجھا جاتا رہا لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے امریکی کھیل کھیلا جس کے نتیجہ میں امریکہ سوویت یونین کو مکمل طور پر شکست دینے میں کامیاب ہوا۔ امریکہ اپنے مدمقابل کو ختم کر کے سپریم پاور بن گیا۔ اس حیثیت میں وہ عالم اسلام خصوصاً افغانستان کے لئے قہر بن کر ٹوٹا۔ اس نے مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کو فلسطینیوں کے قتل عام کا لائسنس دے دیا۔ اب وہ پاکستان کی آزادی اور خود مختاری کو ہڑپ کرنے کے درپے ہے۔ جنرل ضیاء الحق نے بالآخر جمہوری حکومت تو بنا دی لیکن آئین میں ترمیم کے حق کو استعمال کر کے نظام حکومت کا حلیہ بگاڑ دیا۔ بہت سے اختیارات صدر کو منتقل کر دیئے گئے جس سے پاکستان کا نظام حکومت پارلیمانی رہا نہ صدارتی بن سکا۔

صدر ضیاء الحق کی حادثاتی موت کے بعد فوج اگرچہ براہ راست اقتدار میں نہ آئی تاہم وہ جمہوری حکومتوں کے خلاف سازشیں کرتی رہی۔ آئی ایس آئی کو اندرونی اور سیاسی معاملات میں اگرچہ بھٹو نے ملوث کیا تھا لیکن ضیاء دور میں یہ تنظیم ملک کی سیاست میں کھل کر حصہ لینے لگی۔ مختلف سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے لیڈروں کو لالچ دے کر اور قوت استعمال کر کے ایسے امور کی انجام دہی کے لئے مجبور کیا جاتا جس سے فوج کے لئے اقتدار کی راہ ہموار ہوتی۔ آج یہ بات راز نہیں رہی کہ ۱۹۸۸ء میں قائم ہونے والا اسلامی جمہوری اتحاد (I.J.I.) فوج کی ہدایت پر آئی ایس آئی ہی نے بنوایا تھا اور اس مقصد کے لئے آئی ایس آئی کے فنڈز سے ۱۴ کروڑ روپیہ سیاست دانوں کو دیا گیا تھا۔ عدالت پر دباؤ ڈال کر جونیجو حکومت کی بحالی رکوائی گئی۔ سندھ کے شہروں میں پی پی پی کا زور توڑنے کے لئے ایم کیو ایم کی بنیاد رکھی گئی۔ فوج کبھی ایم کیو ایم کی پشت پناہی کر کے اور کبھی اس کی دشمن بن کر اقتدار کے لئے بلی چوہے کا کھیل کھیلتی رہی۔ سیاست دانوں کو منصوبہ کے تحت بدنام کیا جاتا رہا۔ بہرحال ضیاء الحق کی حادثاتی موت سے لے کر ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء تک فوج براہ راست اقتدار میں نہ رہی لیکن اس روز فوج نے یہ کہہ کر اقتدار پر قبضہ کر لیا کہ وقت کے وزیر اعظم نے اس جہاز کو ہوائی اڈے پر اترنے سے روک دیا جس میں چیف آف آرمی سٹاف سوار تھے۔ اس جہاز کو ملکی حدود سے نکل جانے کا حکم دیا گیا لیکن جہاز میں اتنا ایندھن موجود نہیں تھا کہ وہ ملک سے باہر جا سکتا۔ لہٰذا جہاز کو تباہ کرنے اور آرمی چیف کو ہلاک کرنے کی سازش کی گئی ہے جس پر فوج نے مجبور ہو کر حکومت پر قبضہ کر لیا ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اصل قصہ کیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ فوج اور حکومت کے درمیان رسہ کشی آرمی چیف کے سری لنکا جانے سے کافی پہلے شروع ہو چکی تھی۔ نواز شریف کا الزام یہ ہے کہ اسے کارگل کی کارروائی سے بالکل لاعلم رکھا گیا جبکہ وہ بھارت سے مذاکرات کر رہا تھا۔ واجپائی بس کے ذریعے واہگہ بارڈر پر آئے۔ انہوں نے قرارداد

لاہور منظور ہونے والی جگہ پر جا کر پاکستان کے قیام کو تسلیم کیا لیکن فوج نے ان پر امن مذاکرات کو سبوتاژ کیا۔ کارگل میں صورت حال خراب ہونے سے حکومت وقت کو صلح کرنے کے لئے خود فوج نے درخواست کی اور واشنگٹن میں جس توہین آمیز طریقہ سے معاہدہ ہوا اس سے عوام نواز شریف کو مطعون کرنے لگے۔ یہ دراصل ایک طے شدہ پلان کا حصہ تھا جس پر بڑی عمدگی سے عمل درآمد کیا گیا۔

پاکستان میں تاریخ شائد اپنے آپ کو دہرانے کا تکلف بھی نہیں کرتی بلکہ سب کی سہولت کے لئے فوٹو کاپیاں نکال کر تقسیم کرتی رہتی ہے۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ ایک مرتبہ پھر عدالت نے فوجی حکومت کو قانونی جواز فراہم کر دیا ہے' فرد واحد کو پھر آئین میں ترمیم کا حق مل گیا ہے' ایک مرتبہ پھر پی سی او جادو کی چھڑی کا کام دے رہا ہے جس کے ذریعے تمام قانونی پیچیدگیاں آسانی سے حل ہو رہی ہیں' ایک مرتبہ پھر ریفرنڈم کا ڈھونگ رچایا جا رہا ہے' ایک بار پھر طاقت کا توازن درست رکھنے کے لئے صدر کو وزیر اعظم کے مقابلے میں لایا جا رہا ہے۔ ایک مرتبہ پھر مسلم لیگ پاش پاش ہوگئی ہے اور اس کا ایک ٹکڑا حسب سابق فوجی حکمرانوں کے اشاروں پر ناچ رہا ہے' ایک مرتبہ پھر حکومت مخالف سیاست دانوں کے لئے احتساب کا پھندا تیار کیا گیا ہے اور سابقہ روایت کے مطابق جو شخص مسلم لیگ کے حکومتی دھڑے میں منتقل ہو جاتا ہے وہ پاک صاف قرار دے دیا جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب بھی امریکہ کو اس خطہ میں اپنے مفادات کے حصول کے لئے کوئی اہم کام سرانجام دینا ہوتا ہے وہ تو پاکستان میں فوجی حکومت کی موجودگی کو بہتر سمجھتا ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ جمہوری حکومت کو کوئی فیصلہ کرنے کے لئے کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جب کہ فوجی حکمران مطلق العنان ہوتا ہے۔ اسے زیادہ مشوروں کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی مختلف ادارے اس کے راستے میں حائل ہوتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں کوئی جمہوری حکومت اتنی مستحکم نہ ہو سکی کہ وہ فوج کو نظر انداز کر سکے۔ لہٰذا اگر آخری منظوری فوج ہی سے حاصل کرنی ہے تو اسے خود میدان میں کیوں نہ لایا جائے۔ اپنی اس حیثیت سے فوج نے ہمیشہ فائدہ اٹھایا اور پاکستان میں اس کی حاکمیت کبھی بلاواسطہ اور کبھی بالواسطہ قائم رہی۔ چنانچہ ایک مرتبہ پھر ہم افغانستان میں امریکہ کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ سوویت یونین کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے امریکہ کو مذہبی جماعتوں کی ضرورت تھی لہٰذا مذہب کا شیدائی جرنیل لائن حاضر تھا جبکہ آج اسے مذہبی دہشت گردی کے خلاف جنگ کرنے کے لئے سیکولر جرنیل کی ضرورت ہے تو ہم کتے کے پلے گود میں لئے فرنٹ لائن پر موجود ہیں۔

فوجی حکومتیں اس لئے بھی ملکی مفادات کے حوالہ سے

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

بقیہ : اداریہ

میں بڑی عمدگی سے ان اصطلاحات کا احاطہ کیا گیا ہے کہ پاکستان میں جمہوریت' آزادی' مساوات' رواداری اور عدل اجتماعی کے ان اصولوں کی پوری پابندی کی جائے گی جو اسلام نے معین کئے ہیں' بس فرق یہ ہے کہ یہ اصول اسلامی حدود کے پابند ہوں گے یعنی مادر پدر آزاد نہیں ہوں گے۔

اسی طرح یہ خیال کرنا بھی درست نہیں کہ قرارداد مقاصد صرف مذہبی طبقے کے خوف سے منظور کی گئی اور پاکستان میں شیعہ' سنی فرقہ واریت یا دیگر مذہبی اختلافات کی موجودگی میں اس کے ذریعے کسی متفقہ نظام کا تعین ممکن نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگلے ہی سال یعنی ۱۹۵۰ء میں تمام فرقوں اور مسلکوں کے ۳۱ سربرآوردہ علماء نے ملک کے اسلامی دستور کی تشکیل کے لئے متفقہ بائیس اصول دیئے۔ ان علماء میں شیعہ' سنی' دیوبندی' بریلوی' غرض ہر مکتبۂ فکر کے علماء شامل تھے۔ چنانچہ ملک کے پہلے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ایوب خان جو ۶۲ء کے آئین میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے الفاظ میں سے لفظ ''اسلامی'' نکالنے پر مصر تھے' مذہبی طبقے کے دباؤ پر نہیں بلکہ تحریک پاکستان کے حقائق اور عوامی امنگوں کے باعث ہی اپنی اس خواہش کی تکمیل نہ کر سکے۔ یہی وہ عوامی جذبات تھے جن کی بناء پر ذوالفقار علی بھٹو جیسے سیکولر ذہن کے مالک حکمران کو ۷۳ء کے آئین میں قرارداد مقاصد کی روشنی میں اسلامی دفعات شامل کرنا پڑیں اور اس قرارداد کو آئین کے دیباچے میں رکھا گیا ہے۔

جہاں تک اقلیتوں کے حقوق کا تعلق ہے اس قرارداد کی رو سے انہیں اپنے عقیدے' عبادت اور پرسنل لاز کے معاملے میں مکمل آزادی حاصل ہوگی۔ اسی طرح انہیں تجارت اور ملازمت کے یکساں مواقع حاصل ہوں گے۔ چونکہ یہاں قانون سازی صرف قرآن وسنت کے دائرے کے اندر ہی ہو سکے گی لہٰذا قانون ساز اداروں یا ملک کے ایسے اعلیٰ عہدوں پر جن کا تعلق ملک کے دفاع' پالیسی یا خفیہ معاملات سے ہو' غیر مسلموں کا تقرر نہیں کیا جا سکے گا۔ نیز اس قرارداد کے مطابق اقلیتوں کا تعین مذہب کی بنیاد پر ہوگا۔

دراصل یہ ایک عالمی سازش ہے جس کے ذریعے پاکستان کو سیکولرازم کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اسی سازش کے تحت قائد ملت لیاقت علی خان کو قتل کرایا گیا اور بعد ازاں گورنر جنرل غلام محمد نے ۱۹۵۴ء میں دستور یہ کی بساط ہی لپیٹ دی تھی تا کہ اس سمت میں ہونے والی پیش رفت کو روکا جا سکے۔

اسلام کے مطابق غیر خدا کی حاکمیت کفر وشرک ہے۔ جبکہ قرارداد مقاصد میں اسلامی دستور کا ایک اہم تقاضا ''حاکمیت الٰہی کا اقرار واعتراف'' پورا کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ یہ قرارداد اسلامی نظام خلافت کے تقاضے پورا کرتی ہے۔ یہ کہنا غلط نہیں کہ چونکہ تحریک پاکستان کا مومینٹم اس قرارداد کی بنیاد تھا اور یہ قرارداد مکمل طور پر پاکستان کے سیاسی ومذہبی نظام کا تعین کرتی ہے اس لئے اسے درست طور پر دیباچے سے نکال کر آئین کا حصہ بنایا گیا ہے۔ تاہم یہ ہماری بدقسمتی رہی ہے کہ ہم ابھی تک اپنے ملک کا نظام اس کی روح کے مطابق استوار نہیں کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دستور میں جہاں قرارداد مقاصد اور دیگر اسلامی دفعات موجود ہیں وہاں آئین میں ایسے چور دروازے بھی موجود ہیں جو مختلف النوع ابہام پیدا کرنے کا موجب ہیں اور یوں ہمارا آئین ایک گورکھ دھندا بن کر رہ گیا ہے۔ اس ضمن میں اگر دستور میں درج ذیل ترامیم کر دی جائیں تو ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا حقیقی سفر شروع ہو سکتا ہے اور اس طرح یہ ملک اپنی اصل منزل کی طرف مثبت طور پر اپنے سفر کا آغاز کر سکتا ہے:

۱) پورے دستور میں جہاں بھی کوئی شے دستور کی دفعہ۔ الف (قرارداد مقاصد) کے منافی ہے اسے یا خارج کر دیا جائے یا صراحتاً قرارداد مقاصد کے تابع کیا جائے۔

۲) دفعہ ۲ ہی میں شق (ب) کا اضافہ کیا جائے کہ: ''پاکستان میں وفاقی' صوبائی' ضلعی یا کسی بھی سطح پر کوئی قانون سازی کلی یا جزوی طور پر کتاب وسنت کے منافی نہیں کی جا سکے گی''۔

۳) دستور کی دفعہ ۲۰۳ (ب) کی ذیلی شق (ج) کے ذریعے فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرہ کار سے جو استثناء دستور پاکستان' مسلم پرسنل لاء اور جوڈیشل لاز کو دیا گیا ہے اسے ختم کیا جائے۔

۴) وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کی شرائط ملازمت کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے مساوی بنایا جائے تا کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں مکمل طور پر آزاد ہوں!''

اصل جنگ کی ابتدا ہو چکی ہے!

محمد فہیم' تیمر گرہ

امت مسلمہ کے خلاف باطل قوتوں کی یلغار گزشتہ صدی کی آخری دہائیوں کے دوران اپنی آخری حدوں کو پہنچ گئی تھی۔ تازہ ترین خوں چکاں داستان افغانستان کی سرزمین کی تھی جہاں پر مادی لحاظ سے دنیا کا طاقتور ترین ملک کمزور ترین اور پسماندہ ترین ملک پر حملہ آور ہوا۔ لوگ اسے جنگ کہتے ہیں' میں اسے یکطرفہ ظلم اور بربریت کہتا ہوں۔ لیکن اس جنگ سے باطل قوتوں کا اصل مقصد ابھی حاصل نہیں ہوا۔ ان کا اصل ہدف مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کا وہ تصور نکال دینا ہے' جس کی رو سے وہ اسلام کو ایک مذہب نہیں بلکہ دین مانتے ہیں۔ حالات اب اتنے کھل کر سامنے آ گئے ہیں کہ باطل کی قوتیں اس نظریئے پر ضرب لگانے کے لئے متحد ہو چکی ہیں اور اس کے لئے کسی بھی حد تک آگے جانے کے لیے تیار بیٹھی ہیں۔ یہ ایک نادیدہ جنگ ہے' جس کا آغاز مغرب بہت پہلے کر چکا تھا۔ اگر ۱۱ ستمبر کا واقعہ ظہور پذیر نہ ہوتا پھر بھی امریکہ اپنے اس

> **مغرب کی اصل جنگ ان لوگوں کے خلاف ہے جو اسلام کو محض ایک مذہب کے بجائے دین سمجھتے ہیں**

پروگرام کو آگے بڑھانے کے لئے وہی کچھ کرتا جو وہ کر چکا ہے یا اب کر رہا ہے۔ صدر جنرل مشرف کے ۱۲ جنوری کے ''تاریخی'' خطاب نے وہ پردے ہٹا دیئے ہیں جن کے پیچھے ان ضروری اقدامات کی مکمل منصوبہ بندی کی گئی تھی جو اپنے ہدف کے خلاف مغرب کر چکا ہے۔ آیئے دیکھیں کہ یہ دشمن اور ہدف کون سا ہے!

بہت سے امریکی پالیسی ساز اس حقیقت کا کھلے بندوں اظہار کر چکے ہیں کہ ''مغرب کی جنگ دراصل دہشت گردی کے قلع قمع کے لئے نہیں کیونکہ دہشت گردی تو صرف ایک آلہ ہے۔ اصل جنگ تو ایک نظریئے کے خلاف ہے' وہ نظریہ جس میں مذہب کو دیگر ہر چیز پر فوقیت اور بالادستی حاصل ہے۔''

وہ کہتے ہیں کہ ''مذہبی بالادستی پر مبنی تصور'' کے خلاف جنگ کوئی ایسی لڑائی نہیں جسے اکیلے فوجی قوت اور اوزار حرب وضرب کے ذریعے جیتا جا سکے۔ اس جنگ کو تو سکولوں' مساجد' مدرسوں اور چرچوں میں لڑنا ہوگا اور اس کو جیتنے کے لئے پوپ' پنڈت' پادری' پیر' ملا' شیخ اور امام کو استعمال کرنا ہوگا —— اور یہی موضوع جنرل صاحب کی تقریر کا تھا۔ جو کچھ انہوں نے فرمایا' یہی تو تھا کہ جو بھی برائی ہمارے معاشرے اور باقی دنیا کو لاحق ہو رہی ہے وہ بس اسلام ہی کی غلط تعبیر وتعمیل کی وجہ سے رونما ہو رہی ہے۔ اگر اس کا تدارک کیا جائے اور ریاست اور مسجد کے درمیان ایک دیوار کھڑی کی جائے تو پاکستان اس روئے زمین پر ایک جنت نظیر ملک بن جائے گا۔

ہم جانتے ہیں کہ بش اور بلیئر تمام تر مادی طاقت کے باوجود جنرل مشرف کی مدد کے بغیر افغانستان میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ مغرب کے پاس اسلام کی جڑ پر تیشہ مارنے کے لئے کارآمد حربہ یہی ہے۔ صدر کی تقریر اس موضوع پر بالکل واضح تھی کہ ہم مسلمانان پاکستان یہ بھول جائیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ اسلام کو سیاست سے علیحدہ کرنا ہوگا اور اس کے وہ حصے جن پر مغرب معترض ہو' دور از کار ہیں اور ان میں قطع وبرید کرنی ہوگی۔ مثلاً یہ کہ ہمیں 'جہاد' ایسی لایعنی چیز والا حصہ مدارس کے نصاب سے ہٹانا ہوگا اور اس نظریئے کو ہتھکڑیاں پہنانی ہوں گی کیونکہ اسی سے تشدد' فرقہ واریت اور انتہا پسندی جنم لیتی ہیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پاکستان میں کافی عرصہ سے فرقہ وارانہ فسادات ہوتے رہے ہیں جس سے ہماری اجتماعی زندگی کا تقریباً ہر شعبہ متاثر ہوتا رہا ہے

> **چند انفرادی عبادات کی ادائیگی کے لئے مسلمانوں کو کسی علیحدہ ملک کی کوئی ضرورت نہیں!**

لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اس کے لئے دوسرے تمام عوامل کو نظرانداز کر کے صرف اور صرف مدرسوں' دینی درسگاہوں اور دینی مراکز کو مورد الزام ٹھہرایا جائے!

حکومت کے اعلان کردہ اقدامات سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ مذہب' مذہبی اداروں اور مذہبی زعماء ہی کو تمام مسائل کا سبب گردانتی ہے اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی ہے کہ اسلام میں (معاذ اللہ) یہ استعداد اور استقامت ہی نہیں کہ وہ مسلمانوں کے نظام اجتماعی کو چلانے کے لئے اصول حکمرانی دے سکے۔ صدر صاحب کی تقریر کا منشاء ہی یہ تھا کہ اسلام تو بس انفرادی زندگی سے متعلق چند محدود رسومات اور عقائد وعبادات کا نام ہے۔ اس سے مغرب کو مزید شہ مل گئی کہ اسلام کو مزید ''معتدل'' کیا جائے اور اس کی جڑ اور بنیادوں کو اتنا ہلا دیا جائے کہ یہ مغرب کے لئے قابل قبول بن جائے۔ مغربی ڈھنڈورچیوں نے جنرل مشرف کے ان اعلانات کو ''مثبت اقدامات'' سے تعبیر کیا ہے اور وہ انہیں ''صحیح سمت'' میں ایک اچھی پیش رفت سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے ان کا اصل ہدف ابھی بہت دور ہے' جس کی طرف صدر صاحب کو ''مزید اقدامات'' کرنے ہوں گے۔ امریکہ کے سامنے اصول' مساوات اور آزادی کے کوئی قطعی معیارات نہیں۔ وہ ہر چیز کو اپنے پیمانوں سے ناپتا ہے۔ اس نے جو طریق زندگی اپنایا ہے' وہ اسے دوسری اقوام پر بھی

> **اسلام کو نظام حیات کے طور پر نافذ نہ کرنے کا مطلب اسے مسجد میں قید کر دینا ہے**

ٹھونسنا چاہتا ہے اور اس کے لئے وہ تمام حربے استعمال کر رہا ہے۔ بھارت کے فوجی اجتماع کو اگر اسی تناظر میں دیکھا جائے تو باطل کی چال یہی نظر آتی ہے کہ اس صورت حال کو ''سٹیٹس کو'' قرار دے کر پاکستانی حکمرانوں کو مزید جھکایا جائے اور مطالبہ پر مطالبہ کر کے ان کو پسپائی پر مجبور کیا جائے۔ وہ ہم سے اسلام کا ایک ''نظرثانی شدہ ورژن'' چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر واشنگٹن ٹائمز کا ایک کالم نگار لکھتا ہے کہ ''بہت سے عیسائی اور یہودیوں نے اپنے مقدس صحیفات میں تصرف کر کے ان کی تعلیمات میں جدیدیت اور ''ہمہ اصولیت'' کو سمو دیا ہے۔ وہ زور دے کر کہتا ہے کہ ان لوگوں کو بہت خطرناک تصور کرنا چاہئے جو اپنی مقدس کتابوں میں رد وبدل کے روادار نہیں۔'' ظاہر ہے اس کا یہ اشارہ اسلام اور مسلمانوں ہی کی طرف ہے۔

ہمارے لئے بحیثیت مسلمان یہ صورتحال نہایت

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

وقت کہاں سے لاؤں؟

انگریزی کی ایک کہاوت آج کل زبان زدعوام ہوگئی ہے۔ Time is money۔ گویا جس نے اسے جتنا زیادہ کیش کیا وہ اتنے ہی زیادہ فائدہ میں رہا۔ ہمارے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ ہمیں وقت کو نہ صرف دنیا کے لئے کیش کرنا ہے بلکہ اس کیش کی ضرورت ہمیں آخرت کے لئے بھی ہے۔ ہمارے رب نے ہمیں یہ دعا تعلیم فرمائی ہے کہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی حسنہ عطا فرما اور آخرت میں بھی حسنہ عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔ اور ایک مقام پر فرمایا: ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور تمہیں یوم قیامت بدلہ چکا دیا جائے گا پس جو آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو اس نے کامیابی حاصل کر لی اور دنیا کی زندگی نہیں ہے مگر دھوکے کا سامان۔ ہمارا نصب العین اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور اس کا ذریعہ اقامت دین کی جدوجہد ہے۔ اس اعتبار سے ہم خوش قسمت ہیں کیونکہ ہمیں وقت کو کیش کرنے کے اعتبار سے عام لوگوں کے مقابلے میں بہتر پوزیشن میں ہیں۔ لیکن ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ جی ہاں! یہ ہم میں سے ہر ایک کا مسئلہ ہے۔ ہم میں سے جس سے بات کرو وہ یہی کہتا ہے کہ وقت کہاں سے لاؤں بھائی؟ جہاں معاشی خوشحالی ہی کو زندگی کا نصب العین بنا لیا گیا ہو، دینی اقدار پامال ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں، وہاں ہم کب بچے رہ سکتے ہیں۔ اول مسئلہ معاش کا ہے۔ پیٹ بھرا ہوا ہو تو عبادت میں بھی مزا آتا ہے۔ ہم جھٹ یہ کہہ دیں گے کہ اگر بھوک لگی ہو تو ہمارا دین بھی ہم سے یہ کہتا ہے کہ پہلے کھانا کھاؤ پھر نماز کے لئے کھڑے ہو۔ وہ دور گزر گیا جب لوگ جو کی روٹی پر گزارا کرتے تھے لیکن فریضۂ دعوت ادا کرتے تھے۔ جبھی تو برصغیر میں آج اسلام کے نام لیوا نظر آرہے ہیں۔ ہمیں تو چپڑی چاہئے اور وہ بھی دو دو۔ دن بھر کی محنت اس قابل کہاں چھوڑتی ہے کہ دین کے کاموں کے لئے وقت نکالا جائے۔ بات دل کو لگتی ہے۔ تاہم ہمیں غور کرنا پڑے گا کہ ہم نے اپنے رب سے وعدہ تو یہ کیا ہے کہ اپنی صلاحیتوں، وقت اور وسائل کا بیشتر اور بہتر حصہ تیرے دین کی سربلندی کے لئے صرف کریں گے۔ لہٰذا کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔ آئیے دیکھیں کہ دنیا کی معروف ہستیاں اپنے فرائض کی ادائیگی کے لئے کس طرح وقت نکالتی ہیں۔ اس حوالے سے ہم آپ کا تعارف ایک ایسی شخصیت سے کرواتے ہیں جو اس دور کی مصروف ترین شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ ڈاکٹر عطاء الرحمن صاحب کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ آج کل سائنس اور ٹیکنالوجی کے وفاقی وزیر ہیں۔ موصوف بڑی محنت سے وطن عزیز میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کا انقلاب برپا کرنے میں مصروف ہیں۔ ان کا ایک انٹرویو میری نظروں سے گزرا تھا۔ اس انٹرویو میں ان کا ایک قول مجھے آج تک یاد ہے۔ ان سے سوال کیا گیا: آپ ایچ ای جے (جامعہ کراچی میں قائم یہ کیمسٹری کا ایک انسٹی ٹیوٹ ہے جس کے روح رواں پاکستان کے مشہور سائنسدان پروفیسر سلیم الزماں صدیقی مرحوم تھے، جن کے ڈاکٹر عطاء الرحمان صاحب شاگرد بھی ہیں اور جانشین بھی)

محمد سمیع، کراچی

کے ڈائرکٹر بھی ہیں، کومسیٹ کے کوآرڈینیٹر بھی (ابھی حال ہی میں ان کی نگرانی میں ۱۰ ویں او آئی سی کومسیٹ میٹنگ کا انعقاد ہوا ہے) اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وزارت بھی آپ کے پاس ہے۔ آپ بیک وقت اتنے عہدوں پر کام کر رہے ہیں۔ جواب میں انہوں نے فرمایا: اس وقت میرے پاس تین ذمہ داریاں ہیں۔ میں ایچ ای جے کا ڈائرکٹر ہوں، میری اولین ترجیح تحقیقاتی کام ہے، جسے میں چھوڑ نہیں سکتا۔ ہر ہفتے یا دس دن بعد میں ایچ ای جے جاتا ہوں اور اپنے کام کا جائزہ لیتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں ۵۷ اسلامی ممالک کی سائنسی ترقی و ترویج سے متعلق تنظیم کومسیٹ کے امور کا نگراں ہوں، جس کا چیئرمین پاکستان ہے، اس سلسلے میں بھی میری کئی ذمہ داریاں ہیں جنہیں میں پوری توجہ سے ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ حال ہی میں میں نے قزاقستان کا دورہ کیا اور وہاں باہمی دلچسپی کے امور کا جائزہ لیا۔ اس تنظیم کے زیر انتظام اسلام آباد میں ایک ڈیجیٹل لائبریری موجود ہے جس میں ۳۰۰ ملین ڈالر سے زائد مالیت کے جرنلز موجود ہیں۔ تمام ۵۷ اسلامی ممالک میں کسی بھی فرد کے پوچھے گئے سوال کا جواب ۲۴ گھنٹوں میں دے دیا جاتا ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی اور سائنسی معلومات کے امتزاج سے اسلامی ممالک میں تعلیم و تحقیق کی راہ میں حائل مشکلات دور کی جائیں۔ میری تیسری ذمہ داری انفارمیشن ٹیکنالوجی کے وزیر کی ہے۔ اس سلسلے میں میں اپنے فرائض کا ذکر کر چکا ہوں۔ اس کے علاوہ یورپ اور امریکہ سے شائع ہونے والے پانچ سائنٹیفک جرنلز کا مدیر ہوں۔ سائنسی تحقیقات کے شعبے میں ۶۲ کتابیں لکھ چکا ہوں۔ حال ہی میں میں نے دو جاپانی پروفیسرز کے ساتھ اپنی ایک کتاب کا جاپانی زبان میں ترجمہ مکمل کروایا، جو جاپانی سفیر کو پیش کی گئی۔ یہ کتاب نیوکلیئر ٹیکنالوجی سے متعلق ہے اور جاپان کے تعلیمی اداروں میں پڑھائی جا رہی ہے۔ تو آپ نے ڈاکٹر عطاء الرحمن صاحب کی مصروفیات ملاحظہ فرمائیں۔ اب ذرا اگلے سوال کے جواب کو بغور پڑھیں جس میں وہ جملہ موجود ہے جسے ہمیں کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔ اگلا سوال یہ تھا: اتنے بہت سے کاموں کے لئے آپ وقت کس طرح نکالتے ہیں؟ اہم عہدوں پر فائز لوگوں کی اکثریت تو ہمیشہ وقت کی تنگی کا گلہ کرتی ہے۔ جواب میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: میں وقت چوری کرتا ہوں۔ دیکھئے بات دراصل یہ ہے کہ وقت تو الاسٹک ہے، جتنا آپ کھینچیں گے اتنا ہی ملے گا۔ میں جب طالب علم تھا تو ڈراموں میں حصہ لیا کرتا تھا۔ ڈراموں کے دوران اپنا کام کرتا اور کتاب کھول لیتا۔ دوبارہ اسٹیج پر جانے کی ضرورت ہوتی، پھر چلا جاتا۔ لہٰذا وقت تو صرف مصروف لوگوں کے پاس ہوتا ہے، کم مصروف لوگوں کے پاس ہمیشہ وقت کی کمی پائی جاتی ہے۔ تو میرے رفقاء و رفیقات کیا آپ وقت چوری کرنے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ کوشش کریں، کوشش کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔ یاد رکھئے۔ دنیا کا ہر وہ شخص جو کسی عظیم کام میں مشغول ہے، ہمیشہ مصروف ہوتا ہے۔ کبھی فارغ نہیں بیٹھتا۔ آپ تو دنیا کے عظیم ترین فرض کی ادائیگی میں لگے ہیں۔ آپ کو وقت کی کمی کا شکوہ کیوں

دعوت فورم

جمعہ ۲۹ مارچ بعد نماز مغرب

بمقام: دفتر تنظیم اسلامی لاہور جنوبی

866-N، سمن آباد، پونچھ روڈ، لاہور

موضوع: اسلام اور فرقہ واریت

زیر صدارت: انجینئر مختار حسین فاروقی

(امیر حلقہ تنظیم اسلامی پنجاب وسطی)

مقررین: ڈاکٹر سرفراز نعیمی، ناظم اعلیٰ تنظیم اہل سنت پاکستان

مولانا خورشید احمد گنگوہی، خطیب جامع مسجد بیت المعمور

محمد رمضان سلفی، جنرل سیکرٹری جماعت اہلحدیث پاکستان

اصلاح وتربیت کا فطری طریقہ

مہر عمر فاروق خان

ایک دور وہ تھا جب گناہوں کا کرنا مشکل ہوتا تھا‘ خاص طور پر بے حیائی کے کام کرنا خود کو ذلیل کرنا تھا۔ لیکن آج کے دور میں نیکی کا کام کرنا ذلیل ہونے کے مترادف ہے۔ فحاشی کا اپنانا اور جنسی آزادی کی حمایت کرنا وسعت خیالی کی علامت بن چکا ہے۔ ایسے میں ٹیلی ویژن‘ ڈش انٹینا‘ وی سی آر‘ گلی گلی میں کیبل نیٹ ورک کی صورت میں فحاشی اور بے غیرتی گھروں میں داخل ہو چکی ہے۔ ان سب نے دینی گھرانوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جس چار دیواری میں رہنے والے افراد بے دینی کی لپیٹ میں ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑنے کی وجہ سے آخرت تو خسارے میں رہتی ہی ہے دنیا بھی محفوظ نہیں رہتی۔ اگرچہ بے دینی نے ایک وقت تک انسانوں کو لطف و سرور دیا لیکن بعد میں یہی لطف و سرور بے چینی اور بے شمار مسائل حیات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت یا قوم باوجود قدرت کے اس شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے"۔ ایسے دین پسند لوگ بھی اس دنیا میں موجود ہیں جو بے دینی کا رونا روتے ہیں اور اپنے اہل خانہ کی بے دینی کو دیکھ کر کڑھتے ہیں‘ لیکن غلط طریق کار کے باعث ان کے اہل خانہ دین پر عمل پیرا ہونے کی بجائے دین سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں ~

کر رہے ہو لاپرواہی سے آبیاری
کل نہ کہنا کہ پھول کھلا نہیں

اس سارے فساد کے باوجود ایسی سعید روحوں کی بھی کمی نہیں جو اس غم میں ہلکان ہیں۔ اپنے ماحول کے اس فساد عظیم اور اس طوفان بدتمیزی سے محفوظ رکھنے کی دلی آرزو اور درد رکھتے ہیں اور بعض اوقات اپنی سی کوشش بھی کرتے ہیں۔ مگر حالات ہیں کہ سدھرنے کی بجائے اور زیادہ بے قابو ہوتے جاتے ہیں۔ اور ہوتا یوں ہے کہ جس انسان کی مخلصانہ کاوشیں بے نتیجہ ہو جاتی ہیں تو یہ چیز مایوسی کو جنم دیتی ہے اور جب انسان کی جدوجہد کا نتیجہ اس کی خواہش کے مطابق بارآور نہیں ہوتا تو اس کے اندر توڑ پھوڑ شروع ہو جاتی ہے اور قوت برداشت جواب دینے لگتی ہے اور آہستہ آہستہ آدمی معاشرے سے دور اور ہر دم ترقی پذیر فساد سے تنگ آ کر لاتعلقی اختیار کرنے لگتا ہے اور ہوتے ہوتے اپنوں سے کٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ بے راہ روی اور فحاشی کی یلغار جب وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں براجمان دیکھتا ہے اور اپنی زندگی کا آخری اثاثہ اپنی اولاد اور بیوی کو بھی اس آگ میں جلتے دیکھتا ہے تو وہ اس کی مدافعت اور اصلاح کے پروگرام میں انتہا جذباتی انداز اختیار کر لیتا ہے جو توازن کے تمام معیار پر فیل ہو جاتا ہے۔ وہ اس دجالی تہذیب و ثقافت کی قوت اور شدت کا اندازہ کرنے میں غلطی کر بیٹھتا ہے اور اولاد اور بیوی کی اس فطری محبت میں بے بس ہو کر اس آگ پر قابو پانے کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دینے کو تیار ہو جاتا ہے اور پھر یوں ہوتا ہے کہ جیسے Chemical Fire پر پانی ڈالنے سے آگ کے شعلے اس شدت سے بھڑک اٹھتے ہیں اسی طرح وہ داعی حق خود ان کی لپیٹ میں آ کر تباہی کے کنارے اکیلا کھڑا ہو جاتا ہے۔ بے یار و مددگار تن تنہا ہو جاتا ہے جہاں اس کو اپنی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں اور ایک افسوس ناک انجام کی داستان بن جاتا ہے جسے کوئی رقم کر کے عبرت کا سامان بھی نہیں بنا پاتا۔

اصلاح کا درست طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے آپ سے آغاز کیجئے کیونکہ معاشرے کی اصلاح فرد کی اصلاح سے ہوتی ہے۔ قرآن بھی انفرادی طور پر انسان کو سدھرنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن بڑی عجیب بات ہے کہ آج کا مسلمان بلکہ انقلابی تحریکیں بھی صرف سامنے والے کی اصلاح کا درد دل میں رکھتی ہیں اگر آپ کے دل کے اندر اپنے اہل خانہ اور معاشرہ کے بے راہ رو ہونے کا ڈر اور درد ہے تو ان کی اصلاح کا آغاز اپنے آپ سے کیجئے۔ اپنے اس ۵/۶ فٹ کی سلطنت پر جس کا وہ خود مالک و حاکم ہے‘ اللہ کے احکام نافذ کرے اور ہر ممکنہ حد تک تمام تر زبانی اور کاوش کا مرکز اپنی ذات کو بنائے تاکہ اس کی جدوجہد بارآور ثابت ہو اور پھر اپنے گھر‘ اولاد اور معاشرے کی فکر اور غم کرے۔ یہ بات ہر دم مستحضر ہونی چاہئے کہ وہ نتائج کا مکلف ہے ہی نہیں‘ وہ صرف جدوجہد کا مکلف ہے۔ نتائج کیا نکلتے ہیں اور کب نکلتے ہیں اور کہاں نکلتے ہیں‘ یہ سب اس اللہ تعالیٰ کے کام ہیں اور طے شدہ ہیں۔ منصوبہ بندی مکمل ہو چکی ہے اور اس کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ آپ کی ساری جدوجہد کی روح اللہ سبحان تعالیٰ کی مدد ہو۔ یہ عزم کر لیجئے کہ اپنے اہل خانہ کی اصلاح کا فرض عین مجھے ادا کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پورے خلوص سے رو رو کر دعائیں مانگتی ہیں کہ اللہ تیرا حکم ہے میں حاضر ہو گیا ہوں‘ میری مدد فرما اور اپنے بندوں کو جو تجھ سے ٹوٹ رہے ہیں‘ جوڑ دے‘ ان کے دن پھیر دے۔ اے اللہ! یہ دجالی ثقافت کے کارندے‘ یہ طاغوت کے ہرکارے اپنی جہالت سے تیرے بندوں کو اپنے شیطانی پنجوں سے دبوچ چکے ہیں‘ تو اپنے بندوں کی مدد فرما اور ہدایت کے راستے کھول دے۔ مؤمن کی شان یہ ہے کہ جب بھی کوئی مسئلہ اسے درپیش ہوتا ہے وہ نماز اور صبر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرتا ہے۔ آپ بھی صلوۃ الحاجت پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل کیجئے اور اللہ ہی سے دعا کریں کہ اے اللہ جس فرض کو میں تیری توفیق سے ادا کرنے جا رہا ہوں اس میں مجھے استقامت نصیب فرما‘ مجھے اور میرے اہل خانہ کو ہدایت عطا فرما‘ گناہوں سے بے رغبتی اور اعمال کا شوق عطا فرما۔ اس کے بعد درج ذیل چند امور پر عمل کیجئے ان شاء اللہ حالات میں بہتری پیدا ہو جائے گی۔

(۱) نماز کی پابندی کیجئے۔ نماز مؤمن کی معراج ہے۔ بلاشبہ اس کے ذریعے آپ نہ صرف اپنی تربیت کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ نماز کی برکت سے آپ کی بات زیادہ مؤثر اور کارگر ہو گی اور اہل خانہ کے دل پر اثر کرے گی۔

(۲) یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ماحول بگڑا ہوا ہے اور غالباً یہ وہی وقت ہے کہ جب دین کو اختیار کرنا اور سنتوں کو اپنانا ہاتھ پر انگارے رکھنے سے زیادہ مشکل ہے۔ گھر کی اصلاح کے لئے جب آپ نے پختہ ارادہ کر لیا ہے تو سب سے پہلے آپ پر لازم آتا ہے کہ جن سنتوں کا اہتمام کرنے کا آپ گھر والوں کو حکم دینے جا رہے ہیں پہلے خود ان کا اہتمام کی کوشش کیجئے۔ جن شرعی احکام کو پورا کرنے کی آپ اہل خانہ کو ترغیب دے رہے ہیں پہلے خود بھی ان پر عمل درآمد کی کوشش کیجئے۔ آپ کی دعوت‘ آپ کی ترغیب اس وقت تک غیر مؤثر ہے جب تک آپ خود ان باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ کسی سنت کو چھوٹی سنت یا مستحب سمجھ کر نظر انداز نہ کیجئے۔ یہ بہت بڑی محرومی ہے۔ خاص طور پر جو مبتدی اور ملتزم رفیق ہے۔ جو تربیت گاہوں میں دعائیں یاد کرائی جاتی ہے ان کو یاد کیجئے۔ ان دعاؤں میں بڑا نور ہے۔

(۳) اپنے ذہن کی تربیت کے لئے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور بارہا اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ تھوڑی دیر نیک لوگوں کے ساتھ رہنا برسوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا مفہوم بھی اس کے قریب قریب ہے کہ کسی نیک کی مجلس میں

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

بھارتی مسلمان اور پوٹو آرڈیننس!

رعنا ہاشم خان

فارسی زبان کے ایک مقولے ''جبل گردد، جبلت بر نہ گردد'' یعنی پہاڑ ٹل سکتا ہے مگر عادت نہیں ٹل سکتی کے مصداق ہندو قیادتوں کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ نت نئے قوانین نافذ کر کے بھارتی اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کو ان کا بدترین ہدف بنایا جائے۔ ماضی میں MISA 'ٹاڈا' اور اب ان دونوں کی جدید ترین شکل پوٹو آرڈیننس اپنے ناموں سے ہی بھارتی مسلمانوں کو خوفزدہ کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ پوٹو آرڈیننس بھارتی صدر کے آر نارائن نے ۲۵ ر اکتوبر ۲۰۰۱ء کو منظور کیا تھا۔ بھارتی وزیر داخلہ ایل کے ایڈوانی تب سے لے کر اب تک بھارتی مسلمانوں کے خلاف بنائے جانے والے اس کالے قانون کی زبردست حمایت کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ انسداد دہشت گردی کا یہ قانون وقت کی اہم ضرورت ہے۔ بھارتی پریس کے مطابق یہ قانون ٹاڈا سے کہیں زیادہ سخت اور خطرناک ہوگا اور اس کے تحت میڈیا کی آزادی بھی سلب کر لی جائے گی۔ اس کالے قانون کے عملی نفاذ کے بعد میڈیا کے نمائندگان کو بھارتی حکومت کی تعریف کے مطابق ''دہشت گرد'' قرار دیئے جانے والے افراد اور علاقوں میں سخت نگرانی کا اہتمام کیا جائے گا اور بھارتی صحافیوں کو حکومت کے حسب منشاء رپورٹنگ کرنا ہوگی۔ اس قانون کے تحت گرفتار ہونے والے قیدی تین سال تک کسی بھی عدالت سے ضمانت نہیں کرا سکیں گے۔ یوں اس قانون میں میڈیا اور اقلیتوں کے حقوق کچلنے کے پورے انتظامات کئے گئے ہیں۔ بھارت کی سکھ اور عیسائی اقلیتیں بھی اس قانون کے خلاف سراپا احتجاج ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس آرڈیننس کے نفاذ کا مطلب اقلیتوں کے خلاف بھارتی حکومت کے مذموم عزائم کی تکمیل ہے۔ بھارتی حکومت نے پوٹو آرڈیننس پر عمل درآمد کے آغاز میں مقبوضہ کشمیر سے پانچ کشمیری مسلمانوں کو گرفتار کر کے خود ہی یہ ثبوت فراہم کر دیا ہے کہ اس قانون کا اطلاق زیادہ تر مسلمانوں ہی پر ہوگا۔ ۱۹۸۵ء میں اندرا گاندھی کے قتل کے بعد متعارف ہونے والے ٹاڈا ایکٹ کی بدولت آج بھی ہزاروں بے گناہ بھارتی جیلوں میں بھیانک قید کے دن گزار رہے ہیں جن میں کئی ہزار کشمیری مجاہدین بھی شامل ہیں۔ بھارتی ٹارچر سیلوں میں ان معصوم مسلمانوں کو ٹاڈا کے کارندے مجبور کرتے ہیں کہ وہ پاکستانی گھریلو تقریبات کی ایسی ویڈیوز دیکھیں جن میں پاکستانی خواتین بھارتی گانوں پر محو رقص ہوتی ہیں۔ یہ ویڈیوز چند تنظیمیں پاکستان سے بھارت بھجواتی ہیں۔ ٹاڈا کے ناجائز استعمال کی کئی مثالیں بین الاقوامی انسانی حقوق کمیشن کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔ بارہ سے پندرہ سال کی عمر کے کئی نوجوان دہشت گردی کے الزام میں بھارتی جیلوں میں کئی کئی سال سے نہ صرف قید ہیں بلکہ تشدد کے نتیجے میں ان میں سے اکثر اپاہج ہو چکے ہیں۔ نچلی ذات کے ہندو نوجوانوں کی داستانیں بھی انتہائی لرزہ خیز ہیں۔ ٹاڈا ایکٹ نے پولیس کو بے انتہا اختیارات دیئے تھے لیکن اب پوٹو آرڈیننس پولیس کو بے تاج بادشاہ بنا ڈالے گا۔ بھارتی قانون دانوں کا کہنا ہے کہ یہ نیا قانون ٹاڈا کے مقابلے میں کہیں زیادہ انسانیت سوز ہے۔ یہ قانونی ماہرین اس قانون کی پرزور مخالفت کر رہے ہیں۔ بھارتی وزیر داخلہ ایڈوانی نہ صرف اس قانون کے نفاذ پر بضد ہیں بلکہ ان کا کہنا ہے کہ اس کی مخالفت کرنے والے دہشت گردوں کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ بھارتی مسلمانوں کا کہنا ہے کہ پوٹو آرڈیننس ٹاڈا کی ایک نئی اور بدترین شکل ہے جو بھارتی مسلمانوں کو نشانہ بنانے کو تیار ہے۔ بھارت میں انسانی حقوق کی تنظیمیں، اقلیتی لیڈر اور اپوزیشن جماعتیں اس قانون کو بھارت کے انسانی حقوق کے ماتھے پر ایک داغ قرار دے رہی ہیں۔

بھارتی حکمرانوں کی ناقص عقل یہ سمجھنے سے قطعاً قاصر ہے کہ دہشت گردی کے خلاف بھارتی ناکامیوں کے پیچھے بھارت کی ناکام انٹیلی جنس اور عیاشی سے بھرپور پولیس ہے نہ کہ ٹاڈا اور پوٹو کی غیر موجودگی!

بھارتی قیادتوں کی حالت اس اناڑی مزدور کی سی ہے جو اپنے ہاتھوں میں بنیادی اوزار ہونے کے باوجود مزید کی خواہش رکھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جب وہ ان سے کام نہیں لے سکتا تو مزید اوزار اسے کیا فائدہ پہنچائیں گے۔ پوٹو کی صورت میں بھارتی قیادتیں اپنے ہاتھوں میں ایک ایسا آلہ رکھنے کی خواہشمند ہیں جو ریموٹ کنٹرول کی مانند ان آوازوں کو ابھرنے سے پہلے ہی دبا دے جنہیں سننا وہ قطعاً پسند نہیں کرتیں۔

حاصل مطالعہ

نعیم اختر عدنان

پاکستان، اسرائیل اور قوم یہود

فلسطین اسرائیل تنازعہ کی شدت میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ دنیا بھر کے صحافتی، سیاسی حلقوں میں سعودی عرب کی حالیہ تجویز ''اگر اسرائیل مقبوضہ فلسطینی علاقے خالی کر دے تو اسرائیل کو تسلیم کر لینے میں کوئی حرج نہیں'' پر بحث وتمحیص ہو رہی ہے۔ پاکستانی پریس بھی اس بحث میں شریک ہے۔ اسرائیلی ریاست اور یہود کے بارے میں ہندوستان کے دو نامور اور جلیل القدر شخصیات نے اپنی تالیفات میں اس موضوع پر خامہ فرسائی کر کے امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ ادا کیا ہے۔ ندائے خلافت کے قارئین کے لئے یہ اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں:

''اگر پاکستان نے اسرائیل کو تسلیم کر لیا تو؟''

اہل نظر جانتے ہیں کہ برصغیر اور مشرق وسطیٰ میں صرف نو مہینوں کے وقفے سے دو غیر معمولی واقعات (پاکستان اور اسرائیل کا قیام) کا ظہور ہونا دراصل اللہ اور ابلیس کے دو فیصلوں کا مظہر تھا۔ حکومت پاکستان نے اسرائیل کو تسلیم کر لینے کا فیصلہ کر لیا تو اس عاجز کو پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو تاریخ میں نشان عبرت بنا دے گا۔ یا تو اس کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے گا یا اس ملک پر ایسی ذلت اور خواری مسلط کر دی جائے گی جو تاریخ میں بے نظیر ہوگی۔ یوں خود پاکستان کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم کر لینے کے بعد پاکستان کا عند اللہ کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

(جناب اسرار عالم کی کتاب 'دجال' جلد اول سے ایک اقتباس)

''قوم یہود کا مستقبل''!

یہودی خواہ کتنی ہی کامیابی حاصل کر لیں، خدانخواستہ سارے عالم عرب پر ہی نہیں آدھی دنیا پر بھی قبضہ کر لیں تو بھی یہودیوں کا کوئی مستقبل نہیں۔ خدا کے قانون ابدی میں نفع بخش اشیاء کی بقا کی ضمانت دی گئی ہے۔ ''فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَّاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ'' (جو جھاگ ہے وہ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کو فائدہ دیتی ہے وہ زمین میں رہ جاتا ہے) خدا رب العالمین ہے، رب بنی اسرائیل نہیں ہے۔ اس سے کسی کا کوئی خاص رشتہ نہیں۔ وہ دنیا میں خیر وصلاح، عدل ومساوات، احترام انسانیت کا دور دورہ دیکھنا چاہتا ہے نہ کہ کسی خاص نسل یا قوم کا اقتدار وتسلط اور انسانوں کا دیگر انسانوں کو اپنا غلام قرار دینا۔ یہودیوں کے پاس انسانیت کے لئے کوئی پیغام اور احترام نہیں ہے۔

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب ''کاروان زندگی'' جلد دوم سے اقتباس)

بلاسود بینکاری کی ضرورت اور متبادل قرض کا نظریہ

ڈاکٹر طاہر ابرار

پاکستان میں بلاسود بینکاری کا موضوع پچھلے دو تین عشروں سے زیر بحث ہے۔ گو وفاقی شرعی عدالت اور اس کے بعد سپریم کورٹ کا شرعی اپیلٹ بینچ بینک انٹرسٹ کو ربا قرار دے چکا ہے مگر یہ امر انتہائی تکلیف دہ ہے کہ بشمول موجودہ حکومت کسی حکومت نے ملکی سطح پر سود کی تعدیم بالخصوص بینکنگ سے سود کا اخراج بروئے کار نہیں آنے دیا۔ اس ضمن میں ایک اہم پہلو غیر سودی بینکاری کے طریقہ کار کا ہے یعنی قرضوں کے لین دین کے لئے متبادل اساس کیا ہوگی۔ اگرچہ اسلامی بینکاری کے نام پر دنیا بھر میں مختلف ادارے کام کر رہے ہیں لیکن ان اداروں کی کارکردگی کے بارے میں بہت سے امور وضاحت طلب ہیں۔ مثلاً قرض (نسئیہ) یا ادھار کی سہولت فراہم کرنے کے عوض اگر کوئی مشروط اضافہ حاصل نہیں کیا جا رہا تو بینک اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے کیا راستہ اختیا کر رہے ہیں اور اگر ادھار یا قرض (نسئیہ) کی سہولت فراہم ہی نہیں کی جا رہی تو پھر قرض کی مانگ کیونکر پوری کی جا رہی ہے!

بعض حلقوں کی طرف سے اکثر یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ بینک کو سود کے بغیر چلانا ممکن ہی نہیں جبکہ اس رائے کا بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ اسلامی انقلاب کے ذریعے ہی حقیقی اسلامی معیشت قائم ہو گی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا انقلابی جدوجہد کے لئے سرمایہ دارانہ معاشی نظریات کا رد کیا جانا ضروری نہیں ہے؟

اسلام کا عدل اجتماعی کا نظام اگر صحیح معنوں میں نافذ ہو تو زمینی حدوں کے اندر مقید نہیں رہ سکتا جس کے لئے معیشت سے ربا کو بے دخل کر دینا اصل معرکہ ہے کیونکہ سرمایہ دارانہ معیشت کے برگ و بار اسی شجرہ خبیثہ سے پھوٹتے ہیں۔ انسانوں کے اندر لالچ' خودغرضی' حرص' تنگدلی' شقاوت اور ظلم کے خونخوار رویوں کو مسلسل پرورش کرنے میں جس واحد عامل کو بآسانی شناخت کیا جا سکتا ہے وہ سود ہے۔

راست فکر مسلم مفکرین کو اس بات سے اتفاق کرنے کے باوجود صنعتی انقلاب کے بعد کے زمانے کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے متبادل نظام کی فراہمی کی ضرورت کا شاید اتنا احساس نہیں ہے جتنا ہونا چاہئے۔ چنانچہ غیر سودی آلات کے ضمن میں مضاربہ' مرابحہ' شراکت' سلم اور استصناع کی تجاویز دے کر اطمینان کا اظہار کر دیا جاتا ہے کہ فرض ادا ہو گیا حالانکہ یہ بات اپنی جگہ بحث طلب ہے کہ ان متبادلات میں سے اکثر اپنی صحیح اسلامی سپرٹ اور حرمت ربا کے مقاصد و نتائج کو ملحوظ رکھتے ہوئے بینکنگ کی اساس بننے کی صلاحیت رکھتے بھی ہیں یا نہیں! اس کی وضاحت کے بغیر بلاسود بینکاری کا نظام وضع کرنے کا دعویٰ محض خود فریبی ہے' اس لئے کہ بینکنگ کا نظام روپے کی سرکولیشن کی بنیاد پر قرضے فراہم کرتا ہے۔

قرضوں سے اگر سود خارج کر دیا جائے تو بے وسیلہ اور محروم لوگوں کے لئے روزگار کے امکانات کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ یہ نظام شیخ محمود مرحوم نے تجویز کیا تھا' جسے انہوں نے متبادل قرض یا TMCL کا نام دیا تھا۔ قبل اس کے کہ متبادل قرض کی اساس پر بینکاری کی تجویز کا کسی قدر تفصیل سے جائزہ لیا جائے' ایک اعتراض جو کہ مولانا طاسین مرحوم کی طرف سے اٹھایا گیا تھا اس کا جائزہ لے لیا جائے۔

اعتراض یہ تھا کہ بنک سے قرض لینے والے اکثر ضرورت مند نہیں ہوتے بلکہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو صرف اپنے تمول کو بڑھانے کے لئے بنک سے قرض لیتے ہیں۔ چنانچہ غیر سودی قرض فراہم کرنے کا فائدہ اسی طبقے تک محدود رہے گا جو اسلام کی روح سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

یہ درست ہے کہ قرض لینے کے پیچھے اصل محرک شخصی تمول میں اضافہ ہی ہوتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ موجودہ زمانے کی متنوع ضرورتیں اسی وسیلے سے پوری ہو سکتی ہیں۔ شخصی محرکات کے نتیجے میں قائم ہونے والی صنعتیں اور منصوبے ہی وسیع پیمانے پر بے روزگاری کا حل بھی فراہم کرتے ہیں اور تمدنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ناگزیر بھی ہیں۔ چنانچہ یہ کہنا کہ بلاسودی بنیادوں پر قرض فراہم کرنے والے بنک کے فوائد صرف متمول طبقے تک ہی محدود رہیں گے' درست نہیں۔ جس طرح موجودہ سودی بینکاری کے نظام میں یا سودی نظام معیشت میں سود کے استحصالی اور برے اثرات صرف ان لوگوں تک ہی محدود نہیں رہتے جو براہ راست سودی بینکاری کے اداروں سے قرض لیتے ہیں اسی طرح بلاسود بینکنگ کے نظام کے فوائد صرف براہ راست قرض لینے والوں تک ہی محدود نہیں رہیں گے بلکہ بالواسطہ طور پر پورے معاشرے تک وسیع ہوں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ معیشت میں سے سود کے اخراج کے بعد کفالت عامہ کا نظام قائم کرنا بھی آسان ہو جائے گا۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ قرض کی رقم سے صحیح طور پر فائدہ اٹھانے کی صلاحیت بھی ہر شخص میں نہیں ہوتی اور نہ اسلامی معیشت کا یہ تقاضا ہے کہ بینکاری کا ایسا نظام قائم کیا جائے جو ہر شخص کو قرض فراہم کرے۔ بینکاری نظام بعض مخصوص ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے درکار ہے' مستضعفین کے لئے صدقات نافلہ اور کفالت کا نظام ہے۔

متبادل قرض کے نظریئے کو سمجھنے سے پیشتر موجودہ سودی بینکاری کے ایک انتہائی اہم نکتے سے واقفیت ضروری ہے' جسے جزوی ریزرو بینکنگ کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بنک ابتدائی سرمائے کا ایک حصہ ریزرو رکھ کر باقی رقم قرض کے طور پر جاری کر دیتا ہے۔ چند دن بعد یہ رقم لوٹ کر کسی نہ کسی کھاتے کے ذریعے بنک یا بینکنگ سسٹم میں واپس آ جاتی ہے۔ چنانچہ دوبارہ ریزرو رکھ کر اس رقم کو قرض پر دینا ممکن ہو جاتا ہے۔ مغربی ممالک میں ریزرو کی شرح بالعموم 10 فی صد کے نزدیک ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ایک لاکھ روپے کے ابتدائی سرمائے کی بنیاد پر بنک ۱۰ لاکھ روپے قرض جاری کرنے کی استعداد کا حامل ہوتا ہے۔ اس طرح سے قرض کے پھیلاؤ کا طریقہ فراہم کیا گیا ہے۔ بنک اگر 8 فی صد سود وصول کر رہا ہے تو اس قرض کے پھیلاؤ کی وجہ سے اس کا سود 80 فی صد ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں بینکاری کے نظام پر سود کے سوار ہونے کی وجہ سے قرض کا پھیلاؤ سود کے استحصالی شکنجے کو مزید توانا کرتا چلا جاتا ہے۔ اگر اس نظام میں سے سود کو خارج کر دیا جائے تو قرض کے پھیلاؤ کا یہ نظام وسائل سے محروم کسی ملک کے لئے عظیم نعمت ثابت ہو سکتا ہے۔ متبادل قرض کا نظریہ یا TMCL سود سے پاک قرض کے اسی پھیلاؤ کا نظام فراہم کرتا ہے۔

مبتدی تربیت گاہ

۳۱ مارچ سے ۶ اپریل ۲۰۰۲ء تک قرآن اکیڈمی خیابان کالونی' فیصل آباد میں مبتدی تربیت گاہ منعقد ہو رہی ہے۔ تمام مبتدی رفقاء جنہوں نے اب تک مبتدی تربیت گاہ نہیں کی' شرکت کا اہتمام فرمائیں۔

برائے رابطہ: دفتر تنظیم اسلامی' صادق مارکیٹ' ریلوے روڈ' فیصل آباد فون: (041)624290

آہ میاں اسلم ـــــ اک دیا اور بجھا!

قافلۂ تنظیم اسلامی میں شریک ایک مخلص ساتھی کی قابل رشک داستانِ حیات

رات تین بجے فون کی گھنٹی نے چونکا دیا۔ فون اٹھایا تو دوسری طرف میاں اسلم کے چھوٹے بھائی میاں ارشد کہہ رہے تھے کہ تمہارے ساتھی میاں اسلم انتقال کر گئے ہیں۔ زبان سے بے اختیار اناللہ نکلا انہوں نے بتایا کہ رات عشاء کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد محلہ میں چوکیدارے کے مسئلہ کے حل کے لئے میٹنگ میں گئے جہاں یہ مسئلہ دوست احباب کے اتفاق رائے سے بخیروخوبی طے کروانے کے بعد سب کے ساتھ مل کر دعائے خیر کرنے کے بعد گھر واپس آ رہے تھے کہ دل کی شدید تکلیف سے سڑک پر گر گئے۔ ان کے دوست فوری طور پر ہسپتال لے کر گئے۔ لیکن دل کی بیماری کے حملہ سے جانبر نہ ہو سکے اور تقریباً ڈھائی بجے رات اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

محترم میاں اسلم (مرحوم) ۱۹۸۴ء میں اقامت دین کی جدوجہد کے لئے تنظیم اسلامی میں شامل ہوئے۔ راقم ۱۹۹۳ء میں وطن واپس آیا۔ لیکن اس سے پہلے فیصل آباد میں تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کو منظم کرنے اور اس کی دعوت کو عام کرنے میں جو ساتھی جان مال اور وقت لگا رہے تھے ان میں میاں اسلم کو نمایاں مقام حاصل تھا۔ تنظیم کا دفتر پہلے اندرون شہر ایک مصروف اور تنگ جگہ پر واقع تھا۔ میاں صاحب تنظیم میں شامل ہوئے تو انہوں نے مرکزی شہر سے ملحقہ اپنی پراپرٹی میں پہلی چھت پر تقریباً ۴ مرلے جگہ وقف کر دی جہاں تنظیم اسلامی اور خدام القرآن کے دفاتر کا قیام عمل میں آیا۔ یہ جگہ دعوتی تربیتی سرگرمیوں کا بھی مرکز بن گئی۔ بعد میں اسی کی چھت پر خدام القرآن نے اپنے وسائل سے جس میں میاں صاحب کا انفاق مال بھی شامل تھا معتمد کی رہائش گاہ تعمیر کر لی۔ خیابان کالونی میں کرنل نجم حمید صاحب کی خالہ صاحبہ نے ساڑھے سات کنال اراضی قرآن اکیڈمی کے لئے وقف کی تو میاں صاحب اس کی تعمیر میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ بالخصوص دل کی بیماری کا عارضہ لاحق ہونے کے بعد انہوں نے فرمائش کر کے اس پورے علاقہ کو اپنے اسرے میں شامل کروالیا۔ یہ جگہ ان کی رہائش گاہ کے قریب تھی۔ قرآن اکیڈمی کے خالی رقبہ پر امیر محترم کے متعدد خطابات ہوئے۔ پھر عارضی مسجد تعمیر کی گئی تو اس میں پانچ وقت نماز اور ہر اتوار کی صبح درس قرآن میاں صاحب ہی کی مساعی کا نتیجہ تھے۔ اس کے بعد قرآن اکیڈمی مسجد کی بیسمنٹ تعمیر ہوئی۔ اگرچہ یہ کام قائم مقام صدر انجمن خدام القرآن خواجہ محمودؔ محاسب کرنل نجم حمید اور تاحیات صدر ڈاکٹر عبدالسمیع صاحبان کی راہنمائی میں انجام پا رہا ہے۔ لیکن اس کی تعمیر کی دیکھ بھال اور آباد کرنے کا سہرا میاں صاحب ہی کے سر تھا۔ نماز جمعہ کا آغاز انہوں نے کر دیا تھا جس کا خطبہ وہ خود دے رہے تھے۔

اس سال ماہ رمضان میں قرآن اکیڈمی میں دورۂ ترجمہ قرآن رحمت اللہ صاحب نے مکمل کیا۔ دوران رمضان ارگرد کی بستیوں کی مساجد میں چوہدری صاحب کے خطابات ہوئے پھر ایک سہ روزہ دعوتی پروگرام چوہدری صاحب کی قیادت میں منعقد ہوا۔ پروگرام کے شرکاء نے اپنے تاثرات میں بتایا کہ ہم جہاں بھی جاتے ہیں وہاں میاں صاحب ہی کا نام سنتے ہیں۔ میاں صاحب کی شخصیت اور ان کا اخلاق اس قدر دھیما اور میٹھا تھا کہ جو شخص بھی ان سے ملتا ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ مدارس کی تقریب

محمد رشید عمر

دستار بندی ہو یا علاقہ میں ختم نبوت کا جلسہ ہو وہ سب میں یکساں چاہت سے بلائے جاتے۔ مدینہ ٹاؤن میں قادیانیوں کی کارروائیاں بڑھنے لگیں تو علاقہ کے لوگوں کے ساتھ مل کر پے در پے جلسے منعقد کر کے ان کی شرارتوں سے عوام کو آگاہ کیا۔ ختم نبوت کے علماء کو باہر سے بلا کر میاں صاحب نے قادیانیوں کی یلغار کو روک دیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے پلاٹ فروخت کر کے نقل مکانی پر مجبور ہو گئے۔ دفاع افغان کونسل کے جلسوں میں وہ تنظیم اسلامی کی پہچان تھے۔ عوامی جلسوں میں وہ تنظیم اسلامی کے بزرگ راہنما کے نام سے جانے جاتے۔

وہ سبقت الی الخیر کرنے والوں میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ خیر کا کوئی کام ان کے سامنے آتا تو ان کی حرص قابل دید ہوتی۔ پچھلے سال ۹ ذوالحجہ کی رات کو قرآن اکیڈمی مسجد بیسمنٹ کی چھت کو رات تین بجے تک تن تنہا اپنی نگرانی میں مکمل کروایا۔ اور پھر صبح جا کر ایک مقام پر لوگوں کو نماز عید پڑھائی۔ راقم نے کئی بار ان سے گلہ کیا کہ چھت کے کام میں انہوں نے مجھے کیوں مطلع نہیں کیا تو وہ ہنس کر ٹال دیتے۔

دو سال پہلے وہ ام المدارس میں نماز تراویح کے دوران بیان کے بعد نمازیوں کے ساتھ چائے پی رہے تھے کہ ان پر دل کی بیماری کا پہلا حملہ ہوا۔ اس کے بعد وہ ڈاکٹروں کی ہدایت پر کھانے پینے اور سفر میں احتیاط سے کام لے رہے تھے۔ اس جنوری ۲۰۰۲ء میں انہوں نے انجیوگرافی کروائی تو خوش تھے کہ ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ آپریشن کی ضرورت نہیں۔ راقم بھی ان کی اس کیفیت سے انتہائی خوش ہوا۔ اس علاقہ کے دعوتی تنظیمی کام ان کے سپرد کر کے ایک اطمینان کی کیفیت محسوس کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی یہ کیفیت راقم کو روزگار کا سلسلہ شروع کرنے پر بھی اکسا رہی تھی۔ انہوں نے اپنی صحت کے ان دنوں کو خدمت دین اور خدمت خلق کے لئے بھرپور طور پر استعمال کیا۔ اپنے گاؤں کی طرف متوجہ ہوئے تو وہاں ایک مسجد تعمیر کروا دی اور چھ سے زائد افراد کو تنظیم میں شامل کرا دیا۔ وفات سے غالباً تین دن شام کو فیملی سمیت میرے گھر تشریف لائے۔ رات کے کھانے کے بعد نماز عشاء ہم نے اکٹھے ادا کی۔ اس دوران جو چیز مجھے حیران کر رہی تھی وہ الفت اور محبت کا احساس تھا۔ جس کا اظہار بن کہے ان کی شخصیت سے محسوس ہو رہا تھا۔ اگلے دن بعد نماز مغرب دفتر حلقہ میں ان کی تنظیم کی تربیتی نشست تھی۔ یہ نشست انہوں نے کنڈکٹ کی۔ سورہ لقمان کے مضامین کا تعارف کرانے کے بعد مذاکرے میں مضامین کو سوال و جواب کی شکل میں ہمارے سامنے کھولا۔ ان کا طرز بیان اور نکتہ فہمی پر سب رفقاء انگشت بدنداں تھے کہ میاں صاحب کمال کر رہے ہیں۔

وفات کا دن انہوں نے انتہائی مصروف گزارا۔ اپنے حلقۂ احباب میں ایک دوست کو پیسوں کی ضرورت تھی خود جا کر اسے بیس ہزار روپے بطور قرضہ حسنہ دیئے۔ عصر مغرب اور عشاء کی نمازیں علامہ شریف صاحب کے ساتھ مساجد میں باجماعت ادا کیں۔ کہیں امامت کروائی کہیں درس قرآن دیا۔ اس دوران محلہ کے تین حجاج کرام کی زیارت کے لئے ان کے گھروں پر گئے۔ اس طرح ان کا آخری کھانا آب زمزم اور حرمین کی کھجوریں تھیں جو حجاج کرام نے انہیں پیش کی تھیں۔ نماز عشاء کے لئے ان کی کوشش تھی کہ کسی طرح قرآن اکیڈمی مسجد جو ان کی زیرنگرانی زیرتعمیر تھی اس میں جا کر ادا کریں لیکن علامہ شریف صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں اب تھک گیا ہوں۔ چنانچہ ان کی درخواست پر قریب کی مسجد میں نماز عشاء ادا کر کے گھر واپس آئے۔ گھر میں حاضری کے بعد محلہ میں چوکیدارے کے مسئلہ پر بلائی جانے والی میٹنگ میں جانے کے لئے نکل رہے تھے کہ بیرون ملک سے ان کے بیٹے کا فون آ گیا۔ اہلیہ نے کہا کہ بیٹے سے بات کر لیں لیکن انہوں نے لوگ میرا انتظار کر رہے ہوں گے پہلے مجھے میٹنگ میں جانا ہے بعد میں آ کر بیٹے سے بات کر لوں گا۔ میٹنگ کے اختتام پر دعائے خیر کر کے یہ کہہ کر نکلے ہیں کہ میرے بیٹے کا فون آنے والا ہے اب میں گھر چلتا ہوں۔ بس راستے میں بیماری کا حملہ ہوا اور وہیں گر گئے۔ وہی دوست فوراً ہسپتال لے کر گئے ہیں لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ سلہریا صاحب بتا رہے تھے کہ قے کی وجہ سے ان کے کپڑے خراب ہو گئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ بے

چینی محسوس کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میرے کپڑے تبدیل کروادیں۔ چنانچہ صاف دھلے ہوئے کپڑے گھر سے فوراً منگوا کر تبدیل کرادیئے گئے۔ اس دوران بے ہوشی اور ہوش کے دورانئے آتے۔ جب بھی ہوش میں آئے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر کچھ اور پڑھنے کی کوشش کرتے۔ اس کے علاوہ کلمے کا ورد کیا۔ اور دیر تک استغفار کرتے رہے۔ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے دین کی سربلندی کے لئے جدوجہد کرنے والا مجاہد اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

میں ان کے ساتھ اپنے تعلق خاطر کو بہت بڑا سمجھتا تھا۔ لیکن جن حضرات کو بات کرتے سنا یہی محسوس ہوا کہ ان لوگوں نے میاں صاحب کی الفت اور محبت کا مجھ سے زیادہ حصہ پایا ہے۔ کوئی ان کو صالح انسان کوئی ان کو محسن تو کوئی انہیں اپنا سرپرست کہہ رہا تھا۔

رات تعزیت کی رسموں کے بارے میں ان کی اہلیہ نے مجھے فون کیا۔ ان کی غم میں ڈوبی ہوئی آواز آئی وہ کہہ رہی تھیں وہ اچھے انسان ہی نہیں اچھے شوہر بھی تھے۔ ان کا جواں سال بھتیجا کہہ رہا تھا کہ انکل اسلم غریبوں مسکینوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ رمضان میں ہمیں ساتھ لے کر پہلے انہیں کھانا کھلاتے تھے۔ پھر خود ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ہمیں پتہ چلا کہ انکل نبی کریم ﷺ کی سنتوں پر بہت عمل کرتے ہیں۔ ہمیں علم تھا کہ اگر کوئی نبی کریم ﷺ سے ہاتھ ملاتا تھا تو آپؐ اس وقت تک ہاتھ نہیں چھوڑتے تھے جب تک ہاتھ ملانے والا خود نہ چھڑوائے۔ ہمارے بھائی کو شرارت سوجھی کہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے انکل اس سنت پر کس طرح عمل کرتے ہیں۔ ہمارے بھائی نے فیصلہ کیا کہ وہ ہاتھ ملائے گا اور ہاتھ چھوڑے گا نہیں۔ چنانچہ اس نے انکل سے ہاتھ ملایا تو انکل نے خود ہاتھ نہیں چھوڑا جب تک بھائی نے خود نہیں چھڑوایا۔ اس طرح پندرہ منٹ سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ انکل ہاتھ پکڑے باتیں کرتے رہے...... وہ کہہ رہا تھا کہ جب ہم انہیں ہسپتال لے کر گئے تو اس دوران دو تین اور مریض آئے لیکن ان کی لاشیں واپس گئیں۔ مجھے یقین تھا کہ میرے انکل اللہ والے ہیں۔ اللہ ان کو ضرور اپنے قدموں پر چلا کر گھر بھیجے گا۔ لیکن اللہ نے انہیں جنت میں داخل کرنے کے لئے اپنے پاس بلالیا۔ وفات کے دن ہی انہوں نے معتمد حلقہ کو کہا تھا کہ فلاں آدمی سے گودام کا کرایہ آئے گا آپ اس میں سے میری ماہانہ اعانت وصول کر کے بقیہ رقم گھر بھجوا دینا۔ ہاں! انہوں نے مرنے سے پہلے تمام فرائض کی ادائیگی کی کوشش کی اور اللہ کو یاد کرتے ہوئے جان اس کے سپرد کی۔ اللہ سے بڑی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے گا۔

ان کی نماز جنازہ شہر کی معروف جگہ ڈی گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ نماز جنازہ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے پڑھائی۔ ان کے ساتھ لاہور سے ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی ڈاکٹر عبدالخالق' قمر سعید قریشی اور رحمت اللہ بٹر صاحبان بھی تشریف لائے تھے۔ جھنگ سے امیر حلقہ مختار حسین فاروقی کے علاوہ سرگودھا سے ملک خدا بخش اور ٹوبہ ٹیک سنگھ سے پروفیسر خلیل الرحمٰن اپنے رفقاء کے ہمراہ شریک ہوئے۔ مقامی طور پر جنازہ میں شامل ہونے والوں میں مجاہد الحسینی' صاحبزادہ طارق محمود سردار ظفر حسین صاحبان کے علاوہ کاروباری اور دینی طبقات سے متعلق لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

بقیہ: دعوت فکر

اذیت ناک ہے کہ ہم اسلام کو ایک نظام حیات اور "دین" کے ارفع مقام سے گرا کر اسے صرف چند مذہبی عقائد' عبادات اور رسومات تک محدود کر دیں۔ یوں اسلام مسجد اور خانقاہ میں قید ہو جائے گا جبکہ بحیثیت دین یہ اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ چنانچہ صحیح نعرہ کچھ اس طرح ہونا چاہئے: "پہلے اسلام' اسلام کے بغیر پاکستان نامکمل ہوگا۔ پاکستان ایک جسم اور اسلام اس کی روح اور جاں۔"

قابل افسوس بات یہ ہے کہ ہماری ایلیٹ کلاس اسلام کی اصل حقیقت سے بے گانہ ہے۔ یہ ایک غیر دانشمندانہ حرکت ہے کہ ہم واشنگٹن یا دیگر سیکولر قوتوں کی خاطر اسلام کا حلیہ بگاڑ دیں۔ عدم برداشت' آزاد خیالی اور اعتدالیت کے نام پر ہمارے سیکولر دانشور بے خدائی کا جو پرچار کر رہے ہیں وہ نظریہ پاکستان اور کلمہ توحید کی بالکل ضد ہے اور ہماری قومی زندگی کے لئے سم قاتل۔ اس وقت مغرب کے نقطۂ نظر سے "برداشت" کا جو مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان اس خوشنما لفظ کی خاطر اپنا عقیدہ چھوڑ دیں یا پھر اس میں کوئی جھول پیدا کر لیں' ورنہ وہ انتہا پسند اور بنیاد پرست ہیں۔

کوئی مانے یا نہ مانے' یہ بات اب بالکل ظاہر و باہر ہے کہ جنرل مشرف ایک ہی وار میں کشمیر کاز اور ایک اسلامی حکومت کے حق سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ اس کی وضاحت کچھ اس طرح پیش کی جاتی ہے:

☆ پاکستان اسلام کے نام پر قائم کیا گیا تھا تا کہ مسلمان یہاں ایک ایسی حکومت قائم کریں جو بھارت سے مختلف ہو۔ اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہوگا کہ برصغیر کی تقسیم کے بعد دونوں حصوں میں ایک ہی طرز کی حکومتیں بنائی جائیں۔ اپنی سیاست سے مذہب کو نکال باہر کرنے کا مطلب سیکولر پاکستان ہی ہوگا۔ ایسا پاکستان کسی بھی صورت میں تحریک پاکستان کا مقصد اور ہدف نہیں تھا...... اور اگر خدانخواستہ لامذہب نظام ہی بنانا ہے تو پھر تقسیم ہندوستان کو منسوخ کر کے کیوں نہ ایک عظیم تر ہندوستان ہی بنالیا جائے (اعاذنا اللہ)

☆ اسی طرح مسئلہ کشمیر کو لیجئے۔ اگر اسلام چند انفرادی عبادات اور رسومات ہی کا نام ہے تو پھر دنیا کے کسی بھی حصے میں مسلمانوں کے لئے کسی علیحدہ ملک کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر دوسرے لاکھوں مسلمان سیکولر ہندوستان میں رہ سکتے ہیں تو کشمیریوں کو بھی رہنا چاہئے۔ ان حقائق کو سامنے رکھ کر بات کرنی چاہئے۔

☆ دہشت گردی میں ملوث ہونے کے کسی بھی ثبوت کے نہ ہونے کے باوجود جنرل صاحب نے کئی ایک مذہبی تنظیموں پر اس لئے پابندی لگادی کہ ان پر ہندوستان نے دہشت گردی کا الزام لگایا تھا۔ اس سے بالواسطہ اس بات کی توثیق تو ہوگئی کہ یہ گروہ دہشت گردی میں ملوث تھے۔ ہمارا سرکاری طرز عمل ہندوستان کے موقف پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے کافی ہے۔

ان باتوں کے منطقی نتائج یہ نکلتے ہیں کہ ہم نے اپنے عمل سے ثابت کیا ہے کہ ہندوستان جو کچھ کہتا ہے' وہ ٹھیک ہے۔ اور جب ہم سیکولرازم کو اپنا آخری اور اصل ہدف مان لیں تو پھر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم جدا رہیں یا اکٹھے۔ بات یہاں ہی نہیں رکتی بلکہ اگر ذرا آگے جائیں تو (نعوذ باللہ) پھر علامہ اقبالؒ کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ بدترین قسم کے انتہا پسند تھے جنہوں نے دو قومی نظریہ پیش کر کے ہندوستان کی تقسیم کی راہ ہموار کی جبکہ وہی دو قومیں پُرامن طور پر ایک سیکولر ہندوستان میں رہ سکتی تھیں!

یہ کافی نہیں ہے کہ ہم بس زبانی کلامی کہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں دلائل کے ساتھ مغربی پروپیگنڈا کا توڑ کرنا ہوگا اور اس ملک میں سیکولر دانشوروں' سیکولر سیاستدانوں اور سیکولر حکمرانوں کو یہ بات سمجھانی ہوگی کہ اسلام صرف مذہب نہیں' ایک دین ہے اور ہم بحیثیت ایک باوقار قوم تب ہی رہ سکتے ہیں جب ہم نہ صرف انفرادی زندگیوں میں بلکہ حکومتی سطح پر بھی اسلام کے سنہری اصولوں کو اپنائیں۔ تب کہیں جا کر ہم وہ پاکستان پائیں گے جس کا مطلب "لا الٰہ الا اللہ" تھا۔ پاکستان اپنی بقاء کے لئے اسلام کے سوا کوئی جواز ہی نہیں رکھتا۔ (محمد فہیم)

حلقہ لاہور کے ناظم نشر و اشاعت کا تقرر

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے امیر جناب مرزا ایوب بیگ نے جناب وسیم احمد کو حلقہ کے شعبہ نشر و اشاعت کا ناظم مقرر کیا ہے۔ یہ شعبہ حلقہ لاہور کے دفتر واقع ۳' ریواز گارڈن ہی میں قائم کیا گیا ہے۔

رابطہ کے لئے فون نمبرز: 7353987` 7237721

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

تنظیم اسلامی فیصل آباد (غربی شرقی) کا مشترکہ تنظیمی اجلاس

تنظیم اسلامی فیصل آباد کے مرکزی دفتر میں ۶ مارچ کو نماز مغرب کے بعد حلقہ کی غربی اور شرقی تنا ظیم کا تنظیمی اجلاس منعقد ہوا۔ سب سے پہلے حلقہ فیصل آباد (غربی) کے امیر جناب محمد اصغر صدیقی نے مجوزہ دو روزہ پروگرام کی تفصیل حاضرین کے سامنے پڑھ کر سنائی۔ اس پروگرام میں سورۃ المنافقون اور سورۃ الکھف کے آخری رکوع کے درس' سورۃ الحدید کے ترجمہ اور درس حدیث کے علاوہ دینی تحریکوں کا تعارف' فرائض دینی کا جامع تصور' نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' کی تشریح' حصول ایمان کے ذرائع جیسے موضوعات پر تقاریر بھی شامل ہوں گی۔ یہ بھی طے پایا کہ یہ پروگرام قرآن اکیڈمی' فیصل آباد میں عاشورہ محرم کی تعطیلات کے دوران منعقد ہوگا۔ (رپورٹ: حافظ ارشد علی)

حلقہ پنجاب (جنوبی) میں سہ روزہ دعوتی پروگرام کی رپورٹ

یہ دعوتی پروگرام یکم سے تین مارچ تک منعقد ہوا جس میں شرکت کے لئے ۲۸ فروری کو مرکز سے جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر' جناب محمد اشرف وصی اور جناب محمد ادریس ملتان تشریف لائے۔ اس پروگرام کی تشہیر کے لئے ڈیڑھ ہزار ہینڈ بل چھپوائے گئے۔ ملتان میں تین مختلف مقامات پر ایک ایک روزہ پروگرام ہوئے۔ اس دعوتی جماعت میں ملتان کی مقامی تنظیموں کے امراء کی اور اُسرہ جات کے نقباء کی شرکت کو لازمی کیا گیا تھا۔ ہر اسرہ سے دو دو رفیق کل وقتی شرکت کے لئے طلب کئے گئے جبکہ جس اسرہ کے علاقہ میں پروگرام منعقد ہوا' اس کے تمام رفقاء پورے دن کے لئے اس میں شریک رہے۔

یکم مارچ: جمعہ کے روز یہ جماعت اسرہ عثمان آباد کی مسجد عثمان میں عصر کے وقت پہنچی۔ ۲۰ سے زائد رفقاء نے شرکت کی۔ جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر نے نماز عصر کے بعد ''شہادت علی الناس'' پر تفصیلی خطاب کیا' جس میں مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی دینی ذمہ داریوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ دین اور مذہب کے فرق کو بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آج اسلام مذہب بن چکا ہے جبکہ یہ دین ہے جو دوسرے تمام ادیان پر اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ مغرب کے بعد انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت اور جہاد کے مراحل بتائے۔ جہاد ہر وقت اور ہر جگہ فرض ہوتا ہے جبکہ قتال فرض کفایہ ہے اور یہ جہاد کی آخری منزل ہے۔ یہ پروگرام عشاء کی نماز کے بعد ختم ہوا۔

۲ مارچ: ہفتہ کو اسرہ نیو ملتان میں شاہ رکن عالم کالونی کے ''جی'' بلاک کی جامع مسجد ابراہیمی میں پروگرام طے تھا۔ اس میں دن کے اوقات میں ۱۲ رفقاء اور ۵ احباب شریک رہے جبکہ شام کو حاضرین کی تعداد ۵۰ کے لگ بھگ رہی۔ صبح ۱۰ بجے جناب محمد اشرف وصی نے باہمی مذاکرہ کی صورت میں شرکاء سے سوالات کئے اور عبادت اور عبادات' دین اور مذہب' اسلام اور ایمان میں فرق واضح کیا۔ مذاکرہ کے بعد پانچ افراد پر مشتمل ایک جماعت نے مسجد کے آس پاس کی آبادی میں گشت کیا اور لوگوں کو شام کے پروگرام کی دعوت دینے کے ساتھ ساتھ کتابچہ ''قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں'' بھی تقسیم کیا۔ نماز عصر کے بعد عمومی خطاب شروع ہوا' جس میں جناب رحمت اللہ بٹر نے ''عبادت رب'' پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ اصل عبادت اپنی پوری زندگی کو اللہ کی محبت سے سرشار کر کے اس کی کلی اطاعت کرنا ہے۔ مغرب کے بعد انہوں نے ''شہادت علی الناس'' کے موضوع پر جامع خطاب فرمایا۔

۳ مارچ: اتوار کا پروگرام ملتان کینٹ تنظیم کے تحت قرطبہ مسجد' گارڈن ٹاؤن میں ہونا تھا۔ ساڑھے نو بجے پروگرام کا آغاز ہوا۔ جناب محمد اشرف وصی نے باہمی مذاکرہ کے ذریعے ''منہج انقلاب نبوی'' اور ''دینی فرائض کا جامع تصور'' واضح کیا۔ جناب محمد زاہد نے خلافت اور مغربی جمہوریت کے فرق کو سمجھایا۔ بعد میں جناب ڈاکٹر محمد طاہر نے اسی مضمون کو مزید وضاحت سے بیان کیا۔ جناب محمد ادریس نے ''عبادت رب'' کے موضوع پر ایک گھنٹہ خطاب کیا۔ امیر حلقہ نے آخرت کی اہمیت اور دنیا کی بے ثباتی سے متعلق حدیث کا مطالعہ کرایا۔ عصر کے بعد جناب محمد اشرف وصی نے دین کے تصور پر مفصل خطاب فرمایا۔ شرکاء کی تعداد ۳۰ کے لگ بھگ تھی۔ مغرب کے بعد حلقہ ملتان کے امیر جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے سورۃ الصف کی آیات کے حوالہ سے یہود کی موجودہ ریشہ دوانیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ آج یہود عظیم تر اسرائیل کے قیام کی تیاریاں زور و شور سے کر رہے ہیں' لیکن اللہ کا بھی یہ حتمی فیصلہ ہے کہ وہ دین اسلام کو پوری دنیا کے ادیان پر غالب کر کے رہے گا۔ ہمیں ان احادیث رسولؐ کو سامنے رکھنا چاہئے جن میں اسلام کے عالمی غلبہ کی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ آخر میں آپ نے اسلام کے عالمی غلبہ کے لئے جدوجہد کی حقیقت پر روشنی ڈالی۔ (مرتب شوکت حسین)

تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کی سرگرمیاں

گزشتہ دنوں تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کے امیر جناب ظفر احمد خان نے فوری ضرورت کے پیش نظر تنظیمی سطح پر چند اہم تبدیلیاں کی ہیں۔ ان کے تحت شکاگو کے امیر جناب ہاشم رضا خان کو تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کا نیا جنرل سیکریٹری' جناب شریف نصر کو پلاننگ اور ڈیویلپمنٹ کا ڈائریکٹر اور جناب ابو عارف عظمیٰ کو نیویارک سٹی کا نیا امیر مقرر کیا گیا ہے۔ تمام رفقاء اور رفیقات کو جناب ظفر احمد خان کی جانب سے بذریعہ ای میل ان تبدیلیوں سے مطلع کیا گیا۔ جناب ظفر احمد خان نے ان تمام افراد کا شکریہ ادا کیا جو پہلے ان عہدوں پر فائز تھے لیکن فی الوقت اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی بناء پر ان کو جاری رکھنے سے معذور تھے۔ انہوں نے تمام نئے ذمہ داران کے لئے نیک خواہشات کا اظہار بھی کیا۔

شکاگو میں عربی کلاس کا اجراء:

تنظیم اسلامی شکاگو نے قرآن مجید کی سمجھ بوجھ پیدا کرنے کے لئے ۱۰ مارچ سے عربی کلاسوں کا باقاعدہ اجراء کر دیا ہے جس میں تنظیم اسلامی شکاگو کے کئی رفقاء اور رفیقات کے علاوہ بیرون تنظیم افراد بھی شریک ہو رہے ہیں۔ یہ کلاس ہر اتوار کو صبح ۹ سے ۱۱ بجے تک ہوتی ہے جس میں عربی زبان بالخصوص عربی گرامر کے اصول و قواعد' عربی صرف و نحو کے ساتھ تجوید' تلفظ کی صحیح ادائیگی اور عربی ریڈر شامل ہے۔ ایک سالہ اس کورس کے مدرس رفیق تنظیم اسلامی جناب فوزان قاضی ہیں۔ کلاس میں جدید انداز تعلیم کو پیش نظر رکھتے ہوئے انٹرنیٹ سے بھی استفادہ کیا جا رہا ہے۔ شکاگو کی ناظمہ فرزانہ اکرم گاہے بگاہے بطور خاص تشریف لا کر کلاس میں شامل رفیقات کی کارکردگی کا جائزہ لیا کریں گی۔ خواتین کے لئے پردے کا خصوصی انتظام کیا گیا ہے۔ حال ہی میں تنظیم میں شامل ہونے والے تمام نوجوان اس کلاس میں نہ صرف شریک ہیں بلکہ انتہائی دلچسپی اور لگن کا مظاہرہ بھی کر رہے ہیں۔

بھارت میں مسلم کش فسادات کے خلاف تنظیم اسلامی لاہور کا مظاہرہ

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور نے ۱۰ مارچ کو پریس کلب لاہور کے باہر بھارت میں جاری مسلم کش فسادات کے خلاف ایک احتجاجی جلسہ منعقد کیا۔ اس میں امیر تنظیم اسلامی محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد' نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید' ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر عبدالخالق اور حلقہ لاہور کے امیر جناب مرزا ایوب بیگ کے علاوہ جمعیت علمائے اسلام (ف) کے راہنما مولانا امجد خان نے بھی شرکت کی۔ جلسہ کا آغاز جناب حافظ عرفان کی تلاوت سے ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے خطاب میں کہا کہ حالیہ فسادات ہندو کی پیدائشی تنگ نظری کا سب سے بڑا ثبوت ہیں۔ مسلمانوں کا قتل عام ایک سوچی سمجھی سازش اور امریکہ بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ کافروں کے ہاتھوں مسلمانوں پر مصائب و آلام کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم قیام پاکستان کے مقاصد سے انحراف کر چکے ہیں۔ اس سے نجات کی ایک ہی صورت ہے کہ پاکستان میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی فوری طور پر نافذ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کا قتل عام جلد بی جے پی حکومت کے زوال کا باعث بنے گا۔ بھارتی مسلمانوں کی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حالیہ فسادات میں مسلمانوں کا کوئی قصور نہیں تھا' انہوں نے جنونی ہندوؤں کے بدترین ظلم کے خلاف یہ اقدام اپنے دفاع میں کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس سارے واقعے میں خیر کا پہلو یہ ہے کہ

ان فسادات نے ہندوؤں کی ذہنیت ... رادوں کو نئی نسل کے سامنے اجاگر کر دیا ہے۔ انہوں نے ... موقع پر قائداعظم کے فرمان ''ہندو تنگ نظر اور ناقابل اعـ ... ح ہے'' کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہندو بھارت سے مسلمانو ں کا وجود ختم کرنا چاہتا ہے اور اگر ہم نے پاکستان میں اسلام ... نذ نہ کیا اور مسلمانوں نے اجتماعی توبہ نہ کی تو وہ کروڑوں کی ... میں قتل ہوں گے۔

مولانا امجد خان نے ... تقریر میں کہا کہ ہندو نے رام رام کرکے چھری دکھائی ہی نہ ... بلکہ چلا بھی دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر مسلمان کے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ میدان عمل لگنے والا ہے اور مسلمان قیامت کی صبح تک جہاد جاری رکھیں گے۔ انہوں نے مسلمان حکمرانوں کو ہدف تنقید بناتے ہوئے کہا کہ وہ صرف وہی کام کر رہے ہیں جس کا این او سی انہیں امریکہ سے ملتا ہے۔ اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کی تنظیمیں یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی مجرمانہ خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔

جناب مرزا ایوب بیگ نے کہا کہ بدقسمتی سے آج امت مسلمہ احتجاج کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی۔ انہوں نے کہا کہ جب ہمارے حکمرانوں کے ذاتی مفادات پر ضرب پڑتی ہے تو جہاز میں بیٹھے بیٹھے حکومت کا تختہ الٹ دیتے ہیں' لیکن مسلمانوں کے قتل عام پر نہ تو وہ اپنی دینی غیرت کا اظہار کر رہے ہیں اور نہ ہی قومی و دینی وقار کی خاطر کوئی مثبت قدم اٹھانے کو تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ محض جلسے و مظاہرے کرنے کے بجائے ہمیں چاہئے کہ ہم ملک میں صحیح اسلامی نظام نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ اس مقصد میں کامیاب ہو کر دوسرے ممالک کے مسلمانوں کی مدد کر سکتے ہیں۔

اس احتجاجی جلسہ سے قبل اور بعد ازاں سینکڑوں رفقاء نے امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی معیت میں مظاہرہ بھی کیا۔ شرکاء نے بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر یہ عبارات درج تھیں:

۱) ہم بھارت میں مسلم کش فسادات پر مسلم حکمرانوں کی مجرمانہ خاموشی کی مذمت کرتے ہیں۔
۲) ہو گیا مانند آب ارزاں مسلماں کا لہو
۳) امریکہ بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ مردہ باد
۴) We condemn massacre of Muslims in India

(رپورٹ: وسیم احمد)

بقیہ: بحث ونظر

نقصان دہ ثابت ہوئیں کہ ان کی جڑیں عوام میں نہیں ہوتیں' لہٰذا عوام کی قوت ان کی پشت پر نہیں ہوتی اور یوں وہ بیرونی قوتوں کا سہارا لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہمارے موجودہ فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف انتہائی چالاک اور سیاسی داؤ پیچ سے اچھی طرح واقف ہیں۔ وہ اپنے پتے بڑی ہوشیاری سے کھیل رہے ہیں۔ مثلاً ریفرنڈم کا ڈھول سرکاری ترجمان بڑے زور سے بجا رہے ہیں لیکن راقم کی رائے میں جنرل مشرف نے اس طرح مخالف سیاسی قوتوں کا رخ پھیرا ہے۔ وہ شاید اچانک اعلان کر دیں کہ وہ ریفرنڈم نہیں کروا رہے۔ وہ دشمن کو حیران کر دینے کا فن جانتے ہیں۔ پھر یہ کہ ان کا ماضی بتاتا ہے کہ وہ ہارنے والی بازی نہیں لگاتے — لیکن تاریخ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بڑے بڑے چالاک اور عیار حاکم اقتدار کا وقت پورا ہونے پر معمولی سی بات پر منہ کے بل گر پڑے۔ ماضی کا تجربہ یہی بتاتا ہے کہ فوجی حکمران پاکستان کو کبھی کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے' البتہ کل کی اللہ جانتا ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ پاکستان میں سول بیوروکریسی اور مذہبی جماعتوں کی کارکردگی پر روشنی ڈالی جائے گی تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ ریاست پاکستان کی ناکامی میں ان کا کیا کردار رہا ہے! (جاری ہے)

<u>مکتوب کراچی</u>

انتقال پُر ملال

جناب ڈاکٹر عارف رشید کی خوشدامن صاحبہ کے انتقال پُر ملال کی مختصر خبر ندائے خلافت کے گزشتہ شمارے میں شائع کی گئی تھی۔ مرحومہ سابق ناظم شعبہ نشر و اشاعت جماعت اسلامی اور سابق قیم تنظیم اسلامی پاکستان جناب قاضی عبدالقادر کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ مرحومہ جماعت اسلامی کی دیرینہ رکن اور فعال سماجی کارکن تھیں اور بیگم قاضی کے نام سے معروف تھیں۔ ان کی نماز جنازہ میں سینکڑوں احباب کے علاوہ مولانا اسد علی بھٹو امیر جماعت اسلامی صوبہ سندھ' محمد مسلم امیر جماعت سالامی ضلع وسطی اور جناب نسیم الدین امیر تنظیم اسلامی حلقہ جماعت اسلامی سندھ نے شرکت کی۔ محترمہ عائشہ منور قیمہ حلقۂ خواتین جماعت اسلامی پاکستان' محترمہ عطیہ نثار ناظمہ کراچی اور حلقۂ خواتین کی بہت سی کارکنوں اور عہدیداروں نے گھر پر آ کر تعزیت کی اور مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کی۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد اور ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن جناب قمر سعید قریشی نے لاہور سے اور سابق وفاقی وزیر مولانا سید وصی مظہر ندوی نے حیدر آباد سے تعزیت اور دعائے مغفرت کی۔

بقیہ: اصلاح احوال

ایک گھڑی اگر بیٹھنے کا موقع مل جائے تو یہ سعادت سو برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ اگر آپ کی مسجد یا محلے میں درس قرآن' درس حدیث یا ایسی کسی دینی مجلس کا اہتمام ہوتا ہے تو اس میں بھی باقاعدگی کے ساتھ شرکت کیجئے۔

④ مستقل مزاجی کے ساتھ اصلاح کا یہ عمل جاری رکھئے۔ آپ اس سلسلے میں ایک اقدام یہ بھی کیجئے کہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد یا دن میں کسی بھی وقت قرآن کا کچھ حصہ پڑھا کریں اور اس میں غور و فکر کریں تو ثواب کے علاوہ آپ اس میں ایک خاص نور بھی پائیں گے جس کی چاشنی آپ کو یقیناً محسوس ہوگی۔

⑤ جب بھی گھر سے باہر جائیں تو گھر والوں کو بتا کر اور سلام کر کے گھر سے نکلیں اور گھر میں داخل ہوں تو بھی اہل خانہ کو مسکرا کر اور پر جوش انداز میں سلام کیجئے۔ اس سے ان شاء اللہ گھر میں برکت بھی ہوگی۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے فقر و افلاس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ''جب تم گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو' پھر مجھ پر درود و سلام بھیجو۔ اس کے بعد قل ھو اللّٰہ احد پڑھ لیا کرو''۔ اس شخص نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا مالا مال کر دیا کہ اس نے نہ صرف اپنے اہل و عیال کی بلکہ اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی بھی خبر گیری کی۔ یہ گھر والوں کے دلوں کو جوڑنے کا نتیجہ ہے۔

⑥ روزانہ ایک وقت گھر والوں کے مشورہ سے طے کر لیجئے اور پھر باقاعدگی کے ساتھ تمام گھر والوں کو ایک جگہ جمع کر کے قرآن و حدیث پڑھنے اور سننے سنانے کا اہتمام کیجئے۔

جب آپ' اپنے اہل خانہ کے سامنے دین کی بات رکھیں گے تو آپ کے سامنے بھی آپ کے والدین اور بہن بھائی اپنے اپنے نظریات رکھیں گے۔ ایسے میں اگر آپ مشتعل ہو کر جوابی نظریات پیش کرتے ہیں تو ممکن نہیں ہے کہ آپ ان کو دین پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دے سکیں' لہٰذا اس قسم کے مباحثوں سے پرہیز کیجئے۔

⑧ گھر میں ایک لائبریری بنائیں اور خود کتابیں پڑھنے اور اپنے اہل خانہ کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیجئے۔ ان شاء اللہ آپ کی لائبریری بھی مثبت ذہن سازی کا کام کرے گی۔ ہو سکے تو ہر ماہ کچھ کتابیں خرید کر لائیں۔

⑨ معاملات میں' عبادات میں' اعتقادات میں کبھی جھول نہ آنے دیں۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے روشنی حاصل کریں۔

⑩ خوش خلقی اور صلہ رحمی جیسی صفات جب داعی میں پیدا ہوں گی تو ان شاء اللہ نتائج برآمد ہوں گے۔ عفو و درگزر اور اچھے اخلاق دین و ایمان کی بنیاد ہیں۔ جب بنیاد مضبوط ہوگی صرف اسی صورت میں پائیدار عمارت بن پائے گی۔ قرآن سے تعلق اور محنت' تزکیہ نفس کا ذریعہ ہونا چاہئے اور پاک اور سعید روحیں ہی یہ اعلیٰ و ارفع کام سرانجام دے سکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

عمر ۲۶ سال' امریکہ سے الیکٹریکل انجینئرنگ کی تعلیم' ماڈل ٹاؤن کے رہائشی ارائیں فیملی کے لڑکے کیلئے دیندار گھرانے سے لیڈی ڈاکٹر کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: معرفت فرقان دانش خان k-36 ماڈل ٹاؤن' لاہور

فون: 03-5869501' 0320-4602180

بقیہ: حسن انتخاب

کی غلامی سے چھٹکارا حاصل کر کے اللہ کی اطاعت کرنا چاہتی تھی۔ ان کی بھی ٹھیک وہی کیفیت تھی کہ ہم جو مسلمانانِ ہند کی تھی۔ کون کہہ سکتا تھا کہ فرعون کا قاہرانہ تسلط بھی کبھی ختم ہو سکتا ہے۔ کس کو خیال ہو سکتا تھا کہ بنی اسرائیل جو غلامی کی ذلیل ترین حالت میں گرفتار ہیں، کبھی آزادی کی نعمت سے مالا مال ہو سکیں گے۔ لیکن سب کچھ ہوا ٹھیک اسی طرح کہ جس طرح پاکستان عالم وجود میں آیا۔ بنی اسرائیل کی بیڑیاں آپ سے آپ کٹ گئیں اور وہ قوم جو فرعون کے قاہرانہ تسلط کے تحت پس کر رہ گئی تھی، دیکھتے ہی دیکھتے آزاد ہو گئی۔ لیکن پھر مطالبہ کیا گیا:

﴿یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ﴾ (البقرۃ: ۴۰)

"اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو کہ جس سے میں نے تمہیں نوازا۔ میرا عہد پورا کرو تا کہ میں تمہارا عہد پورا کروں اور مجھ ہی سے ڈرو۔"

دنیا جانتی ہے کہ جب بنی اسرائیل نے بدعہدی کی اور اپنے وعدوں کا پاس نہ کیا تو پھر وہی قوم کہ جو اللہ کی چہیتی تھی، جس پر اللہ نے انعام و اکرام کی بارش کی تھی، انبیاء کی اولاد اور اتقیا اور صالحین کی قوم کس طرح دھتکار دی گئی۔ اس کی شوکت و سطوت ایک داستان پارینہ بن کر رہ گئی اور اللہ کے عتاب نے اسے کہیں کا نہ رکھا، حتیٰ کہ وہ صفحۂ ہستی پر ماضی کا ایک نقش اور عبرت کا ایک نشان بن کر رہ گئی۔ قرآن کے اپنے الفاظ ہیں:

﴿وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْکَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۶۱)

"ان پر ذلت اور مسکنت دے ماری گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر کر رہ گئے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی نشانیوں سے انکار کیا، انبیاء کو قتل کیا۔ اور اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو پھلانگ گئے۔"

کون کہہ سکتا ہے کہ آج اگر ہم وہی کچھ کریں کہ جو اس سے قبل بنی اسرائیل نے کیا تھا تو وہی کچھ ہمارے ساتھ نہ ہو گا جو بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا۔ ہم نبی ﷺ کے نام لیوا سہی۔ وہ بھی انبیاء کی اولاد تھے۔ انہوں نے بدعہدی کی اور سزا پائی۔ آج ہم بھی بدعہدی کریں گے تو اللہ کے عذاب سے ہمیں بچانے والا کوئی نہ ہو گا۔ اللہ کی نافرمانی میں ہم نے بھی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ اس کی حدود کو پامال کرنے میں ہم بھی انتہائی جری اور بے باک واقع ہوئے ہیں۔ اس کے دین کی طرف بلانے والوں کو ہم نے بھی قتل نہیں کیا تو قید و بند سے تو نہ بخشا۔ ایک آخری چیز کی کسر باقی ہے اور وہ یہ کہ من حیث القوم اس بات کا اعلان کر دیں کہ ہم اللہ کے دین کو قائم نہیں کریں گے، اس کی شریعت کو نافذ نہیں کریں گے اور وہیں کچھ کریں گے کہ جو ہماری قومی خواہشات کے تابع ہو ۔۔۔ نہ ہمیں اس عہد کی پرواہ ہے کہ جو ہم نے اللہ سے کیا تھا نہ ہم ان وعدوں کے پابند ہیں کہ جو ہم نے جدوجہد آزادی کے دوران میں کئے تھے ۔۔۔ ع

ہمارا راستہ الگ، دین کی راہ اور ہے! اور ایک لادینی دستور کا نفاذ اس کسر کو بھی پورا کر دے گا۔ یہ ہماری طرف سے ان باتوں کا کھلا کھلا اعلان ہو گا ۔۔۔ اس کا صاف مطلب یہ ہو گا کہ ہم اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کا پاس نہ کرتے ہوئے اس کی بخشی ہوئی آزادی کے ساتھ اور اس کے عطا کردہ خطہ پاک میں من مانی کریں اور اللہ کے دین کو اس سے بے دخل کر دیں ۔۔۔ تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ ہم اللہ کے عذاب سے بچ جائیں گے ۔۔۔ کس کو امید ہے کہ ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ اپنی سنت کو تبدیل کر دے گا ۔۔۔ کس کو یقین ہے کہ پھر بھی ہم پھلیں اور پھولیں گے ۔۔۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔

بنی اسرائیل کی داستان ہمارے سامنے ہے اور قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے **فاعتبروا یا اولی الابصار**۔ ضرورت ہے کہ دستور کے معاملے میں اس نقطہ نظر کو واضح کیا جائے اور پاکستان کے عوام کو بتایا جائے کہ ایک لادینی دستور کا نفاذ کیا معنی رکھتا ہے!

دعائے مغفرت

حلقہ زیریں سندھ کے معاون جناب محمد فہیم صاحب کے بہنوئی کا انتقال ہو گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

نکل جاتی ہے سچی بات .....

انعام یافتہ کتاب "The God of Small Things" کی مصنفہ اروندتی رائے کے نیوز ویک (مارچ ۱۸، ۲۰۰۲ء) سے انٹرویو کی چند جھلکیاں

o گجرات کو جلتا ہوا دیکھ کر آپ کو کیا محسوس ہوا؟

☆ نئی دہلی اور گجرات کی بی جے پی حکومت خود سالہا سال سے جذبات بھڑکانے میں مشغول تھی اور اگر حکومت چاہتی تو فسادات پر قابو پایا جا سکتا تھا۔

o کیا وہاں پہلے سے فرقہ وارانہ کشیدگی موجود تھی؟

☆ گودھرا میں ٹرین اور گجرات میں لوگوں کو زندہ جلانے والے بھی ایک اللہ کو پوجتے ہیں۔ نفرت کی آگ جان بوجھ کر سلگائی جاتی ہے، اسے فرقہ وارانہ تشدد قرار دینا درست نہیں۔

o کیا مطلب؟

☆ موجودہ حکومت سیاست کے بھیس میں کچھ اور ہی کھیل کھیل رہی ہے، آپ ہندو توا کو ہوا دیتے ہیں، ایودھیا میں ہجوم اکٹھے کریں، خود آگ کو بھڑکائیں اور پھر کہیں کہ آگ بھڑک اٹھی ہے، گجرات کے واقعات کے پس پردہ حکومت کی نسل پرستانہ پالیسی کارفرما ہے۔ ایک مراسلہ گردش کر رہا ہے جس میں مسلمانوں کے ساتھ کاروباری مقاطع کا کہا گیا ہے۔ مسلمان اس ملک میں خوف و ہراس کی زندگی گزار رہے ہیں۔

o کیا بھارت نیچے لڑھک رہا ہے؟

☆ اقتدار میں آنے سے پہلے بی جے پی کہیں زیادہ نامعقول تھی۔ امید افزا بات یہ ہے کہ عوام نے اسے گھاس نہیں ڈالی۔ حالیہ چند ہفتے اس کے لئے موت کا پیغام بن کر آئے ہیں۔

o کیا تشدد کی جڑیں یہاں زیادہ گہری ہیں؟

☆ عوام کی اکثریت مالی طور پر بدحال ہے۔ جس سے محرومی اور مایوسی پھیلی ہے۔ اس صورت حال کا مذہب کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں البتہ مذہب کی جانب آسانی سے اس کا رخ پھیرا جا سکتا ہے۔

o سرحد پار کشیدگی کا اس میں کردار نہیں؟

☆ بھارت اور پاکستان دونوں اندرونی مسائل سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے سرحدی کشیدگی کا سہارا لیتے ہیں۔ جنرل مشرف کم از کم سرکاری طور پر بنیاد پرستی کو قابو میں لا رہا ہے لیکن اس کے برعکس بھارتی حکومت بنیاد پرستی کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔

حسن انتخاب

پچاس سال پرانی ایک یادگار تحریر

اس سوچ میں کلیاں زرد ہوئیں اس فکر میں غنچے سوکھ گئے
آئینِ گلستان کیا ہو گا دستورِ بہاراں کیا ہو گا

دستور پاکستان میں ترمیم کی خبریں ایک بار پھر زور وشور سے سنائی دے رہی ہیں اور شدید اندیشہ ہے کہ بعض ضروری ترامیم کے پردے میں دستور میں شامل اہم اسلامی دفعات' بالخصوص اس قرارداد مقاصد پر بھی ضرب کاری لگانے کی کوشش کی جائے گی کہ جس کے ذریعے پاکستان کی منزل اور ہدف کا تعین ہوتا ہے۔ گویا قیامِ پاکستان کے ۵۵ برس بعد بھی ہم دستوری اعتبار سے بے مقصدیت کے صحرائے تیہہ میں سرگرداں ہیں۔ ذیل میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی قریباً ۵۰ سال پرانی یادگار تحریر شائع کی جا رہی ہے جو اسلامی جمعیت طلبہ کے ہفت روزہ جریدے "عزم" کی ۲۴راگست ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں شائع ہوئی تھی جس سے نہ صرف اس مسئلہ کی اہمیت اور سنگینی کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ اس مسئلہ کی ایک اہم جہت بھی سامنے آتی ہے جو بد قسمتی سے آج بھی ان لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے جو اس ملک کی تقدیر کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ (مدیر)

ڈاکٹر اسرار احمد

دستور کے مسئلے کا ایک پہلو ایسا بھی ہے جو اگرچہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اہم ہے لیکن بدقسمتی سے عوام کے ذہن سے اتر گیا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ جن حضرات کے خطوط "عزم" میں شائع ہوئے ہیں ان میں سے بھی کسی کی نگاہ اس طرف نہیں گئی۔ لادینی دستور پر صرف دو نقطہ ہائے نظر سے کلام کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ اس کے نفاذ سے جدوجہد آزادی اور مطالبہ پاکستان کا بنیادی مقصد ہی خبط ہو جاتا ہے اور دوسرے یہ کہ اگر ایک قومی دستور کو اختیار کر کے "دو قومی نظریہ" سے تائب ہو کر "ملت از وطن است" کا نظریہ اختیار کرنے کی کوشش کی گئی تو پاکستان میں بسنے والی بے شمار چھوٹی بڑی لسانی' نسلی اور صوبائی قومیتیں اٹھ کھڑی ہوں گی۔ اور یہ اتنا بڑا فتنہ ہوگا کہ اگر پاکستان کا وجود ہی اس کی نذر ہو جائے تو یہ بات خلاف توقع نہ ہوگی۔ یہ دونوں باتیں اپنی جگہ بالکل ٹھیک ہیں لیکن ان سے کہیں زیادہ اہم اور نتائج کے اعتبار سے کہیں زیادہ دور رس ہے یہ بات کہ حصول پاکستان کی جدوجہد کے دوران ہم نے من حیث القوم اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اس کے عطا کردہ ملک میں اسی کے دین کو نافذ کریں گے۔ ہمارا نعرہ تھا کہ ہم اغیار سے آزاد ہو کر صرف اللہ کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہم نے اللہ سے پاکستان اس وعدے پر مانگا تھا کہ اس میں اسی کی اطاعت کا نظام قائم ہوگا' اسی کی شریعت کا قانون چلے گا اور اسی کا کلمہ بلند ہوگا۔ لیکن اگر ہم نے اس خطہ زمین میں ایک لادینی دستور نافذ کر دیا تو یہ اللہ کے ساتھ بدعہدی ہوگی اور یہ ایک ایسا فعل ہے کہ جس سے بھی سرزد ہوا' تاریخ انسانی شاہد ہے کہ وہ اس کی پاداش سے بچ نہ سکا!

کون کہہ سکتا ہے کہ برعظیم ہندوستان میں بسنے والی مسلمان قوم اس قابل تھی کہ "بزورِ بازوئے خود" آزادی حاصل کر سکتی .... وہ منتشر مجموعہ افراد کہ جس کے پاس نہ تنظیم و اتحاد کا مادی وسیلہ تھا اور نہ سیرت و کردار کی روحانی طاقت' کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس بے بضاعتی اور بے سروسامانی کے عالم میں ایک منظم' متحد' زندہ اور بیدار قوم کی خواہشات کے علی الرغم ایک علیحدہ خطہ ارضی حاصل کر سکتے تھے۔ پاکستان' جس وقت اس کا مطالبہ کیا گیا' ایک دیوانے کے خواب سے زیادہ اور کیا تھا؟ ہندو پریس اور ہندو قوم نے جس جس طرح اس کا مذاق اڑایا تھا اور اسے ایک دیوانے کی بڑ' ایک افیمی کا خیال اور نامعلوم کیا کیا کچھ قرار دیا تھا' اسے کون بھول سکتا ہے! خود مسلمان عوام اس مطالبے کی آواز سن کر بھونچکا سے رہ گئے تھے۔ کسے امید تھی کہ یہ بات پوری ہوگی! کون کہہ سکتا تھا کہ یہ کشتی پار لگ جائے گی ــــ لیکن یہ خواب پورا ہو گیا۔ منتشر قوم متحد ہو گئی' خوابیدہ لوگ جاگ اٹھے اور دیکھتے دیکھتے ہی دیوانے کا خواب اور مجذوب کی بڑ ایک حقیقت پسندانہ مطالبہ بن گیا کہ جس کی پشت پر ایک جیتی جاگتی قوم موجود تھی۔ یہ کس طرح ہوا؟

اس راز کو سمجھنا ہو تو ان دعاؤں کو یاد کیجئے جو پنج وقتہ نمازوں کے بعد برعظیم کی لاتعداد مساجد میں مانگی گئیں' ان وعدوں کو یاد کیجئے جو جمعہ کے خطبوں میں اللہ سے کئے گئے' ان دعاؤں کا تصور کیجئے جو عیدین کے مجمعوں میں بآوازِ بلند مانگی گئیں' علماء کی ان تقریروں کو یاد کیجئے جن میں مطلوبہ خطہ ارض میں اللہ کے دین کے قیام کے عزائم کے اظہار اور اللہ سے گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگنے کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تھا' پیروں اور گدی نشینوں کے ان فرمانوں کو یاد کیجئے جو وہ اپنے معتقدین کے نام جاری کرتے تھے ــــ ان میں کیا تھا؟ دین کے قیام کا عزم' اللہ کے کلمے کی سربلندی کا ارادہ اور اللہ کے ساتھ کھلا عہد۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ پاکستان ہمارے زورِ بازو کا حاصل کردہ نہیں بلکہ اللہ کا عطیہ اور اس کی امانت ہے۔ یہ "سعادت" ہر ایک کی قسمت میں نہیں۔ "تا نبخشد خدائے بخشندہ!" پاکستان کے لفظ کے ساتھ چپکا ہوا "سلطنت خداداد" کا لفظ اس حقیقت کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے حتیٰ کہ ہمارے وزیر اعظم مسٹر محمد علی چوہدری نے بھی ابھی حال ہی میں کہا تھا کہ پاکستان Divine مدد سے عالم وجود میں آیا ہے۔ کھلی بات ہے کہ ہم نے چاہا تھا کہ اللہ کی اطاعت کے لئے آزاد ہوں اور اللہ نے ہمیں آزاد کر دیا۔ ہم نے کہا تھا کہ اس کے دین کے نفاذ کے لئے ایک علیحدہ خطہ ارض درکار ہے اور اللہ نے وہ ہمیں عطا کر دیا ــــ اب یہ ایک بڑی آزمائش ہے اور ایک کٹھن امتحان کہ آیا ہم اپنے اس وعدے کو پورا کرتے ہیں یا نہیں!

اگر ہم اس میں ناکام ہو گئے ــــ اور اگر ہم نے اللہ کے ساتھ بدعہدی کی' اس کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کا پاس نہ کیا اور آزادی کی نعمت غیر مترقبہ پا کر من مانی کرنے پر اتر آئے تو پھر ہم سے زیادہ معتوب بھی کوئی نہ ہوگا۔ آسمان ہم پر لعنت بھیجے گا' زمین ہم پر ملامت کرے گی اور کوئی چیز ہمیں اس جرم کی پاداش سے نہ بچا سکے گی۔

ٹھیک یہی معاملہ اس سے قبل بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آ چکا ہے۔ اللہ نے اس قوم کو محکومی سے نکال کر عروجِ آزادی سے ہم کنار کیا۔ ذلت سے نکال کر عزت سے نوازا۔ انتہائی پستی سے اٹھا کر عروج کی انتہائی منزلوں تک پہنچایا ــــ صرف اس کے اس عہد کی بنا پر کہ وہ ابنائے نوع

(باقی صفحہ ۱۵ پر)